Rs.30/-

اپریل ۲۰۲۰ء

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ

حیاتِ نو

دہلی

JAMIATUL FALAH
P.O. Bilariaganj, Distt. Azamgarh-276121(U.P.) INDIA

جامعۃ الفلاح
بلریاگنج، اعظم گڑھ، ۲۷۶۱۲۱ (یو.پی) الھند

Ref. 8320/20 — الرقم

Date 13/04/2020 — التاریخ

بنام طلبۂ قدیم وخیر خواہان جامعۃ الفلاح، اعظم گڑھ

عزیز گرامی!

الحمدللہ، آپ اُن خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جنھیں جامعۃ الفلاح سے کسبِ فیض کا موقع ملا۔ ہمیں یقین ہے کہ جامعہ کے مقاصد آج بھی آپ کے پیشِ نظر ہوں گے، اور یہاں سے آپ نے جو کچھ سیکھا ہے اس پر عمل پیرا ہو کر جامعہ کی بہترین نمائندگی کرتے ہوں گے۔

جامعہ سے نسبت کے تقاضے سے آپ کے حقوق جامعہ پر اور جامعہ کے حقوق آپ پر عائد ہوتے ہیں۔ جامعہ مسلسل آپ کی سرگرمیوں سے واقف ہونے کی فکر کرتا ہے اور آپ کو حاصل ہونے والی ہر کامیابی اور ترقی سے خوش ہوتا ہے، نیز زندگی کے ہر موڑ پر ہر ممکن تعاون کے لیے تیار اور دست بدعا ہے۔

اِس تعلق کا لازمی تقاضا ہے کہ آپ مادرِ علمی کو ہمیشہ یاد رکھیں اور اس کی تعمیر و ترقی کے لیے جدوجہد کرتے رہیں۔ نیز اپنے میدانِ اختصاص کے لحاظ سے آپ جامعہ کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں، اس سلسلے میں تجاویز اور مشورے اور ہر طرح کا معنوی و مادّی تعاون جامعہ کو دیتے رہیں۔

جامعہ اور وابستگانِ جامعہ کی سرگرمیوں سے واقف ہونے کا ایک بہترین ذریعہ ماہنامہ ''حیاتِ نو'' ہے۔ اس کے ذریعے آپ جامعہ کی پیش رفت اور منصوبوں سے بھی واقف ہوتے ہیں اور فارغینِ جامعہ کی علمی کاوشوں سے بھی مستفید ہوتے ہیں۔

☆ مادرِ علمی کے ساتھ ربط و تعاون کی چند صورتیں:

۱- اپنے حلقۂ احباب و متعلقین میں وسیع پیمانے پر جامعہ کی تعلیمی تحریک کا تعارف کرائیں اور طالبانِ علم کو اس کی طرف رجوع کرائیں۔

۲- خصوصاً آپ کے قریبی لوگوں میں کوئی طالب/طالبہ جو مالی عدمِ استطاعت کی بنا پر تعلیم حاصل نہ کر پا رہا ہو، اسے جامعہ کی طرف متوجہ کریں۔

۳- آپ جس میدان میں ہوں، اپنے مفید تجربات سے جامعہ کو مستفید ہونے کا موقع دیں۔

۴- جامعہ کے سالانہ بجٹ کی فراہمی میں خود بھی دستِ تعاون دراز کریں اور اپنے حلقۂ تعارف سے بھی مدد کرائیں۔

۵- چند اساتذہ/معلمات کی تنخواہوں کی فراہمی یا کسی ایک طالب کی کفالت کا ذمہ لیں۔

۶- ادارۂ علمیہ سے ہر سال ایک کتاب شائع کرانے کی مالی ذمہ داری اٹھائیں۔

۷- مرکزی لائبریری میں ''ڈیجیٹل لائبریری'' کی سہولت کے لیے چند کمپیوٹر سیٹ فراہم کرائیں۔

۸- جامعہ میں قائم ''الفلاح ہاسپٹل'' میں غریب اور نادار مریضوں کا مفت علاج ہوتا ہے، اس میں مقدور بھر تعاون دیں۔

۹- اس کے علاوہ تعاون کی جو صورت بھی مناسب لگتی ہو، اس سلسلہ میں ذمہ دارانِ جامعہ سے رابطہ کریں۔

۱۰- خصوصی توجہ کی ضرورت: عزیز گرامی! کرونا وائرس کے عالمی وملکی وباء کے نتیجہ میں جو ناگہانی صورتِ حال پیدا ہوئی ہے، اس نے مدارسِ دینیہ کے کفالتی اور سفارتی نظام کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ جامعۃ الفلاح اپنے ابناء واحباب سے اس امتحان کی گھڑی میں اپنے ساتھ کھڑے ہونے کی امید کرتا ہے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو جامعہ اور ملتِ اسلامیہ کے لیے مفید اور کارآمد بنائے، آمین۔

والسلام

۱۲/۴/۲۰۲۰م

رحمت اللہ اثری فلاحی (ناظمِ جامعہ)

JAMIATUL FALAH — INDIA — جامعۃ الفلاح — الھند

Web:- www.jamiatulfalah.org, Email:- jamiatulfalah1962@gmail.com
Contacts:- Nizamat-9415985742, Taleemat-9651046619, P.R.O.- 9452203788, Girl's Sec.-7843850399

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ حیاتِ نو

مدیر مسئول: سید راشد حامدی　　مدیر اعزازی: ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی

جلد: ۵،　شمارہ: ۴　اپریل ۲۰۲۰ء/ شعبان المعظم۔رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ

ادارتی امور کے لیے رابطہ کریں: 8287025094، 9927206518
انتظامی امور کے لیے رابطہ کریں: 7011838453
ای میل: jareedahayatenau@gmail.com

مجلس ادارت

محمد اسماعیل فلاحی	علی گڑھ
زبیر ملک فلاحی	لکھنؤ
انیس احمد فلاحی	جامعۃ الفلاح

فی شمارہ:	اندرون ملک	۳۰/روپے
	بیرون ملک	۵/امریکی ڈالر
خصوصی شمارہ:		۶۰ روپے
سالانہ زر تعاون:	اندرون ملک	۳۰۰/روپے
	بیرون ملک	۲۰/امریکی ڈالر
لائف ممبر شپ:	اندرون ملک	۵۰۰۰/روپے
	بیرون ملک	۳۰۰/امریکی ڈالر

- رجسٹرڈ ڈاک سے رسالہ منگانے کی صورت میں رجسٹری خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔
- مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

Printed, Published & Owned by Sayyed Rashid Hamdi ,F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla,New Delhi-110025. **Printed at**: Ala Printing Press, 3636, Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006. **Published at**:F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025. **Editor: Ziauddin Falahi**

نقوشِ حیات

اداریہ	ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی	۴
امراضِ متعدی میں احتیاطی تدابیر	مولانا سید جلال الدین عمری	۹
رمضان المبارک کیسے گزاریں؟	مولانا محمد طاہر مدنی	۱۶
جز وقتی مکاتب	مولانا انعام اللہ فلاحی	۲۰
اَبناء وبناتِ جامعۃ الفلاح کی قرآنی خدمات	ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی	۳۳
مطالعہ اور یادداشت بڑھانے کے طریقے	ابونبیل فلاحی	۴۳
بھارت کا بدلتا منظر نامہ	برہان احمد صدیقی	۴۸
ادب کا بدلتا منظر نامہ اور اسلامی ادیب کا کردار	ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن فلاحی	۵۴
اسرار جامعی کی یاد میں	ڈاکٹر عمیر منظر	۶۱
تعارف وتبصرہ	عبدالحی اثری	۶۳
بزم ادب	اشہد شیرازی	۶۶
آپ کے خطوط	مولانا عبدالحق فلاحی	۶۷
جامعہ کے لیل ونہار	مولانا مصباح الباری فلاحی	۶۸
اخبار انجمن	ادارہ	۷۱

مقالہ نگاران وقلمی معاونین

۱- ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی (مدیر حیات نو)

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۲- مولانا سید جلال الدین عمری

شیخ الجامعہ وصدر شریعہ کونسل جماعت اسلامی ہند

۳- مولانا محمد طاہر مدنی

ڈائرکٹر دعوت وارشاد واستاد جامعۃ الفلاح، بلریا گنج اعظم گڑھ، یوپی

۴- مولانا انعام اللہ فلاحی

سکریٹری انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح ومعاون مرکزی تعلیمی بورڈ، جماعت اسلامی ہند

۵- ابونبیل فلاحی، 8287020763

ایف ۱۳۵/شاہین باغ، جامعہ نگر نئی دہلی

۶- برہان احمد صدیقی، bnadvi00@gmail.com

ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی

۷- ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن فلاحی، ziaurahmanmadani@gmail.com

الجامعہ الاسلامیہ شانتاپورم، کیرلا

۸- ڈاکٹر عمیر منظر، oomairmanzar@gmail.com

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو، مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی، لکھنؤ کیمپس

۹- اشہد شیرازی، ashhadfalahi@gmail.com

اسکالر ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی، علی گڑھ

۱۰- مولانا عبدالحق فلاحی، abdulhaquefalahi@gmail.com

ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی

۱۱- مولانا مصباح الباری فلاحی

استاذ جامعۃ الفلاح، بلریا گنج اعظم گڑھ، یوپی

قرآن کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوسکتے!

(سرسید کے شہرِ علم ودانش کی بعض قرآنی سرگرمیوں کا مطالعہ)

موجودہ حالات، اپریل کے اداریے کو بار بار مہمیز کررہے ہیں کہ اسے تاریخ کی نئی کروٹوں کے نام معنون کردیا جائے! لیکن گزشتہ چند دنوں سے ذہن میں دَم پُخْت عنوان: علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اوراس کے اطراف میں جاری قرآنی سرگرمیاں، ہے۔ چنانچہ موجودہ حالات کے لیے اس وقت، بل گیٹس کے اس خیال سے اپنے اتفاق کا اعادہ کرتا ہوں: Where as many see the Corna/Covid-19 virus as a great disease, I prefer to see it as a great Corrector یعنی ''اکثر حضرات کرونا-کووِڈ-۱۹کو ایک مہلک بیماری تصور کررہے ہیں جب کہ میرا خیال ہے کہ یہ عظیم مصلح ہے''۔

راقم سطور کو ابوبکر قدوسی کے خیال سے بھی اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اقوام کو ان کے ''مشترکہ ظلم'' پر سزا دینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

میرے محترم دوست عرفان احمد علیگ (دبئی) نے جب بل گیٹس کی پوسٹ شیئر کی اور میرا ری ایکشن جاننا چاہا تو میں نے برجستہ کہا:

> ''یہ میرے یقین کی شہادت ہے! دنیا کی تعمیرِ نو ہونے والی ہے! اس کی تاریخی شہادتیں موصول ہورہی ہیں! ولی اللہ، سرسید، اقبال اور مودودی کے افکار کا دائرہ مزید وسیع ہونے والا ہے! اقامت دین کی راہ اب مزید کشادہ ہونے کو ہے! البتہ اس اقامت میں سب کی ساجھے داری کو ''شحِ نفس'' کے قفس سے نکل کر تسلیم کرنا ہوگی۔ اقامت دین کے داعیوں کو مابعد کرونا، دنیا کی آبادکاری نیز فکر اسلامی کی تفہیم کے لیے اب مزید فعالیت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔''

سرسید علیہ الرحمہ (و:۱۸۹۸ء) کی دانش گاہ میں قرآن کے خادمین اور عاشقین میں صرف مدارس اسلامیہ کے علماء وفضلاء ہی عظمتِ قرآن کے نغمے نہیں گنگنارہے ہیں، بلکہ طبیعیاتی علوم کے بالغ نظر اساتذہ کو بھی یہ سعادت حاصل ہوتی رہی ہے۔ پروفیسر سید مسعود احمد (پ ۱۹۵۲ء، masoodahmad1952@gmail.com) ان میں سے ایک ہیں۔ جو شعبہ بایوکیمسٹری میں صدر شعبہ، کوآرڈینیٹر ریسرچ اور ڈین فیکلٹی کے علاوہ قائم مقام شیخ الجامعہ بھی رہ چکے ہیں۔ موصوف نے اپنے ۴۴ سالہ قرآنی غور وخوض کو ۲۰۱۸ء میں ''عظمت واعجاز قرآنی کے عجیب وغریب پہلو'' کے ۱۹۲ صفحات میں ۶/ ابواب میں واضح کیا ہے۔ موصوف نے اس چشم کشا کتاب کے علاوہ ۱۲ تصنیفات (۷/ انگریزی، ۵/ اردو میں) تیار کی ہیں، جو بیروت، امریکہ، دہلی اور علی گڑھ سے شائع ہوچکی ہیں۔ مزید برآں ماحولیات کے عنوان پر سو سے زائد تحقیقی مقالات عالمی وشہرت یافتہ مجلّات میں شائع کر چکے ہیں، جو سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

عظمت واعجاز قرآنی کے عنوانات اس طرح ہیں: باب اول: قرآن مجید عظیم ترین نعمتِ الٰہی، باب دوم: قرآن کریم کا معنوی اعجاز۔ ظروف قرآنی کی روشنی میں، باب سوم: قرآن مجید کا ادبی حسن واعجاز۔ سورۂ یوسف کی روشنی میں، باب چہارم: قرآن حکیم کا علمی وسائنسی اعجاز، باب پنجم: قرآن کی عظمت ویکتائی میں اعجاز، باب ششم: تعلیمات قرآنی میں اعجاز۔ اس اہم دستاویزی، اسلامی ورثہ کا تقاضا ہے کہ قرآن کے طلبہ اس کا بالاستیعاب مطالعہ کریں۔ تحریک اسلامی کی فکر سے وابستہ موصوف گرامی نے اس تحقیقی خدمت کی جو گرانقدر قیمت رکھی، وہ ہے:

لِلّٰه فِی اللّٰه .

اس کتاب میں باب چہارم کا خلاصہ، اداریہ کے عنوان سے بطور خاص تعلق رکھتا ہے، سو قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ موصوف تحریر کرتے ہیں:

قرآن مجید ایک علمی وسائنسی معجزہ بھی ہے۔ اس دعوے کو بعض اوقات مبالغہ انگیزی اور خوش فہمی پر محمول کر کے تخفیف کی جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ کتاب الٰہی ہے جو اللہ رب العالمین نے نازل کیا ہے۔ اور اس کو محمد رسول اللہ کی ختم نبوت کے ثبوت کے لیے معجزہ بنا کر ہی بھیجا ہے تو اس دعوے میں مبالغہ کا اعتراض بھی قائم نہیں رہتا اور مسئلہ کا حل بھی مل جاتا ہے... اس علمی وسائنسی معجزے کی یکتائی اور اس کے امتیاز کا اندازہ اس امر سے لگائیں کہ یہ معجزہ نہ صرف اس معنی میں ہے کہ اس نے اپنے زمانہ کے حکماء وفلاسفہ کے

سامنے ایک خاموش چیلنج پیش کیا، بلکہ بدلتے زمانوں میں جب کہ علمِ سائنس کے بیشتر نظریات بھی خاصے تبدیل ہوگئے۔قرآنی آیات کی تاویل وتشریح میں کوئی دِقت پیش نہ آئی، جو سائنس دانوں کے علمی پیمانوں میں فٹ نہ ہو۔اس نے تو ایسی پیشین گوئیاں تک کردیں جوزمانہ حال کے سائنس دانوں کی دلچسپی کا باعث ہوسکتی تھیں۔اوراس نے ایسے بیانات دیے جن کا ماضی کے حقائق سے مستقبل کی ایجادات تک کا ثبوت فراہم ہوتا تھا۔مثلا فرعون کے جسم کی حفاظت کامحیر العقول واقعہ یاماحولیاتی بحران کا انکشاف،ان میں سائنسی دلچسپی کا ہر بیان قرآن کے سائنسی اعجاز کی دلیل اوراس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے! وہ آگے بڑھ کر سائنسی تحقیقات کے لیے عمومی تحریک ہی فراہم نہیں کرتا بلکہ خصوصی وموضوعاتی تحریک بھی فراہم کرتا ہےاوراس میدان میں اعلیٰ تحقیقات کے لیے متعدداشارے بھی کرتا ہے۔کیا یہ اس کی عظمت واعجاز کا ثبوت نہیں؟ (ص ص ۱۰۶-۱۰۷)

۲۲-۲۳رفروری ۲۰۲۰ءکوشعبۂ اسلامک اسٹڈیز کی قرآنی خدمات پر دوروزہ قومی سمینار کا کنوینر راقم الحروف کو بنایا گیا۔مرحومین اورموجودین کی قرآنی خدمات پر۴۲ مقالات، بھارت کی مختلف جامعات، مدارس اور بطور خاص مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے اسکالرز نے پیش کیے۔ پروفیسر عبدالعلیم، پروفیسر کبیر احمد جائسی، پروفیسر سالم قدوائی، پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی، پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی، پروفیسر عبیداللہ فہد فلاحی، ڈاکٹر عبدالحمید فاضلی، ڈاکٹر عبدالحمید خاں اور راقم السطور کی قرآنی تصنیفات پر جو مقالات پیش کیے گئے،انھوں نے ثابت کردیا کہ ’’مرحومین‘‘ کی اغلاط اورتسامحات سے پردہ کشائی ممکن نہیں ہو پاتی جب کہ موجودین کواس کا موقع مل جاتا ہے کہ اگر کچھ تقصیرات رہ گئی ہیں تو ان کا ازالہ کیا جاسکےاور یورپ کی جامعات میں اس قدر کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کی جاتی ہے۔الغرض اس سمینار نے قیام ادارہ ۱۹۵۴ء تا حال کی قرآنی خدمات کا سرسری جائزہ لے کراس کی تاریخ رقم کردی ہے۔

اس سے قبل ۸-۱۰رجنوری ۲۰۰۳ءکو’’قرآن اورسائنس‘‘ کے عنوان پراسی شعبہ نے معیاری مقالات لکھوائے تھے۔ چند عنوانات یہ تھے:۱-آیات قرآنی کی سائنسی تعبیر وتشریح، خطرات اور ان کا تدارک (رضی الاسلام ندوی)،قرآن کریم اورعقلی استدلال (ظفرالاسلام اصلاحی)،امام رازی کی تفسیر میں عقلی دلائل (ضیاءالدین اصلاحی)، الجواہر فی تفسیر القرآن کے سائنسی مباحث (ضیاءالدین فلاحی)،علم آدم (وسیم احمد)، قرآن اورعلم جنین (الطاف احمد اعظمی)،تخلیق ازواج کا قرآنی اصول اورسائنسی کلیات (یٰسین مظہر صدیقی)،

قرآن اور ستۃ ایام کی سائنسی توضیح (جمشید احمد ندوی)، پانی۔ قرآن اور سائنس کی رو سے (ابوسفیان اصلاحی)، قرآن کا نظریۂ صحت اور میڈیکل سائنس (شمیم ارشاد اصلاحی)، قرآنی احکام اور طب (سید محمد کمال الدین)، ماحولیاتی آلودگی۔ مسائل اور حل (اختر الواسع)، قرآن کریم اور ماحولیات کا تحفظ (قیصر حبیب ہاشمی)، قرآن اور سائنس (منتخب کتابیات از ظفر الاسلام اصلاحی)، اس سمینار کا کلیدی خطبہ ڈاکٹر محمد ریاض کرمانی (پ: ۱۹۴۷ء، morkir06@gmail.com) کے ذریعہ ''قرآن اور سائنس۔ ایک جائزہ'' کے عنوان سے اس وقت کے وائس چانسلر جناب نسیم احمد کی صدارت میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ خطبہ آج بھی طلبۂ قرآنیات کے لیے ریفرنس کا کام دے رہا ہے۔

خلیق احمد نظامی مرکز علوم القرآن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، اپنے زمانہ قیام ہی سے قرآنی کارگاہوں اور سمیناروں کے انعقاد میں فعال کردار ادا کر رہا ہے۔ ترتیل و تجوید اور خطاطی کے علاوہ متنوّع الجہات گوشوں میں گزشتہ تین سالوں کے سمینار بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ (۱) مدارس میں قرآن کریم کی تدریس کا نصاب اور طریقہ کار، منعقدہ ۲-۳/مارچ ۲۰۱۸ء۔ (۲) مدارس اسلامی میں قرآن کریم کی تدریس کا مثالی نصاب۔ منعقدہ ۱۸-۱۹/مارچ ۲۰۱۹ء اور (۳) ہندوستان میں قرآنی مطالعات۔ منعقدہ ۴/۵/مارچ ۲۰۲۰ء-۲۰۲۱ء کے قومی سمینار کے لیے ''مطالعۂ قرآن اصول اور طریقۂ کار'' کا عنوان اعلان کیا گیا ہے۔

۵/مارچ ۲۰۲۰ء کے اختتامی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے اپنے صدارتی کلمات میں پروفیسر اشتیاق احمد ظلی، ڈائریکٹر شبلی اکیڈمی نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ادارہ جاتی قرآنی خدمات کو بامعنی بنانے کے لیے ملک گیر سطح کا قرآنی وفاق تشکیل دیا جائے تاکہ امت کو رجوع الی القرآن کا بامعنی پلیٹ فارم میسر آ سکے۔ ڈائریکٹر سمینار پروفیسر عبدالرحیم قدوائی اور سامعین نے اس تجویز کی تحسین کی۔

علی گڑھ کی قرآنی سرگرمیوں کا تذکرہ نامکمل رہے گا اگر ادارہ علوم القرآن شبلی باغ کی خدمات کا احاطہ نہ کیا جائے۔ اس کی قرآنی سرگرمیوں کے لیے ایک الگ مقالے کی ضرورت ہے۔ اہم بات یہ کہ اس کی لائبریری قرآنیات کے باب میں کافی مال دار ہے۔ تقریباً ۵۰۰/اردو تراجم و تفاسیر اور ۲۰۰ عربی تفاسیر اور علوم القرآن پر کتب کی موجودگی اسے ایشیا کا اہم مرکز قرآن قرار دینے کے لیے کافی ہے۔ یہاں صرف اس قدر

تذکرہ ممکن ہے کہ اس کی لائبریری نے ۲۰۰۵ء سے ۲۰۱۸ء کے دوران بارہ (۱۲) قومی وبین الاقوامی سمینار منعقد کرلیے اور سمینار کے اکثر مقالات کو کتابی شکل میں محفوظ بھی کرلیا۔ چند عنوانات ملاحظہ کریں:

۱- قرآنی علوم بیسویں صدی میں، ۲- عصر حاضر کے مسائل اور قرآنی تعلیمات، ۳- خاندانی نظام اور قرآنی تعلیمات، ۴- عصر حاضر کے سیاسی مسائل اور قرآنی تعلیمات، ۵- عصر حاضر کے معاشی مسائل اور قرآنی تعلیمات، ۶- رجوع الی القرآن۔ اہمیت اور تقاضے، ۷- انسداد فواحش اور قرآنی تعلیمات، ۸- غیر مسلمین سے ربط وتعاون قرآن کی روشنی میں، ۹- عروج وزوال کا قرآنی تصور عصر حاضر کے خصوصی تناظر میں اور ۱۰- اصلاح فساد کا قرآنی تصور۔

سطور بالا میں علی گڑھ کی سطح پر بعض قرآنی خدمات کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ قرآنیات پر اکیسویں صدی میں صرف ایک شہر علم میں، اس قدر گوناگوں سرگرمیوں کو دیکھ کر صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث: **لاتنقضی عجائبُہ** پر ایمان مزید پختہ ہوجاتا ہے۔

خادم علم

ضیاءالدین ملک فلاحی
شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ
۲۴/مارچ ۲۰۲۰ء/ ۲۸/رجب المرجب ۱۴۴۱ھ

●●

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ. (الروم:۴۱)

''لوگوں کی بداعمالی کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا ہے تاکہ انہیں ان کے کرتوت کا پھل مل جائے، ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ باز آجائیں''۔

امراضِ متعدی میں احتیاطی تدابیر

مولانا سید جلال الدین عمری

بعض امراض متعدی ہوتے ہیں، ان میں احتیاط ہونی چاہیے

یہ بات دنیائے طب میں تسلیم شدہ ہے کہ صحت اور تندرستی کے لیے دوا سے زیادہ احتیاط کی اہمیت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دوا مرض کا ازالہ کرتی ہے اور احتیاط مرض سے محفوظ رہنے کی ایک مؤثر تدبیر ہے۔ بہت سی بیماریاں محض بے احتیاطی سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ احتیاط پاکی صفائی، کھانے پینے، سونے جاگنے، جدوجہد اور مصروفیات، غرض شب و روز کے تمام اعمال و مشاغل میں ضروری ہے۔ کسی ایک معاملہ میں بھی بے احتیاطی صحت پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔ متعدی امراض کے ذیل میں اسلام نے جو ہدایات دی ہیں ان سے ہمیں اس سلسلے میں رہ نمائی بھی ملتی ہے اور اس کے مزاج کو بھی اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔

کیا امراض متعدی ہوتے ہیں؟

سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کسی مرض کے متعدی ہونے کو تسلیم کرتا ہے یا یہ اس کے نزدیک محض ایک وہم اور خیال ہے؟ یہ سوال ایک مشہور حدیث کے ذیل میں پیدا ہوتا ہے۔ جس سے بہ ظاہر کسی بھی مرض کے متعدی ہونے کی نفی ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاَ عُدوىٰ (بخاری، کتاب الطب، باب لاعدویٰ)

''بیماری کا متعدی ہونا کوئی چیز نہیں ہے۔''

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ امراض متعدی نہیں ہوتے۔ ان کے متعدی ہونے کا تصور غیر اسلامی ہے۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ اس میں درحقیقت مرض کی چھوت چھات کے جاہلانہ تصور کی تردید ہے۔ یہ دنیا اسباب و علل کی دنیا ہے، اس لیے اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہاں ہر واقعہ کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور

ہوتا ہے، بعض امراض میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ ان کے جراثیم تیزی سے پھیلتے ہیں اور جو جان دار بھی ان کی زد میں آتا ہے اس پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کے کسی مرض میں جب کوئی شخص مبتلا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور ملنے جلنے والوں کو احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ احتیاط نہ ہو تو وہ بھی اس کی لپیٹ میں آسکتے ہیں۔ لیکن یہ انسان کی نادانی ہے کہ وہ مادی اسباب ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے اور اس حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ اسباب اور ان کے نتائج دونوں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے پابند ہیں۔ وہ نہ چاہے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بیماری فی نفسہٖ متعدی نہیں ہوتی، بلکہ وہ اگر کسی کو لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لگتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسباب وعلل کا انکار نہیں فرمایا ہے، بلکہ اسباب کو قدرتِ خداوندی کا مقام دینے سے منع کیا ہے۔

امراض کے متعدی ہونے کا ثبوت

اس بات کا ثبوت کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض کے متعدی ہونے سے انکار نہیں کیا ہے، ایک دوسری حدیث سے ملتا ہے۔ اس میں آپؐ نے صاف صاف بیماری کے متعدی ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

لا یُوْرِدنّ ممرض علیٰ مُصِحّ

(بخاری، کتاب الطب، باب لا ہامۃ۔ مسلم، کتاب السلام، باب لا عدویٰ ولا طیرۃ الخ)

”جس کے اونٹ بیمار ہوں وہ ان کو پانی پلانے کے لیے اس گھاٹ پر ہرگز نہ لے جائے، جہاں کسی کے تندرست اونٹ پانی پیتے ہوں۔“

بیمار جانوروں کو تندرست جانوروں سے الگ رکھنے کی اس لیے تاکید کی گئی ہے، تاکہ بیماری ان میں بھی نہ پھیلے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں: یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ پہلی حدیث میں جاہلیت کے اس عقیدہ وخیال کی تردید ہے کہ بیماریوں کے پھیلنے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے طور پر پھیلتی رہتی ہیں۔ اس میں اس بات کا انکار نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے تحت متعدی امراض سے نقصان پہنچتا ہے۔ دوسری حدیث میں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور فیصلہ کے تحت جن چیزوں سے بالعموم نقصان پہنچتا ہے، ان سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہی جمہور علماء کا مسلک ہے اور اسی کو اختیار کیا جانا چاہیے۔ (شرح مسلم، جزء ۱۴/۲۱۳، ۲۱۴)

مطلب یہ کہ حدیث میں مرض کے متعدی ہونے کی نفی نہیں ہے، بلکہ مرض ہی کو حقیقی علت سمجھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے متعدی امراض سے دور رہنے کی ہدایت بھی ہے۔

جذامی سے دور رہا جائے

جذام بڑا بھیانک اور متعدی مرض ہے۔ اس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فِرَّ من المجذوم کما تفر من الاسد (بخاری، کتاب الطب، باب الجذام)

''جذامی سے اس طرح بھاگو، جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔''

عمر بن شرید کہتے ہیں کہ قبیلۂ ثقیف کے وفد میں ایک جذامی تھا۔ (جب وفد نے بیعت کی تو) رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہلوا دیا:

انا قد بایعناک فارجع

(مسلم، کتاب السلام، باب اجتناب المجذوم ونحوہ۔ ابن ماجہ، ابواب الطب۔)

''ہم نے تم سے بیعت کر لی، تم واپس جاؤ۔''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاتدیموا النظر الی المجذومین

(ابن ماجہ، ابواب الطب، باب الجذام۔ اس کی سند کمزور ہے۔/ فتح الباری۔ ۱۰/۳۲)

''جذامیوں کو مستقل نہ دیکھتے رہو۔''

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس طرح کے مریضوں کو مسلسل دیکھنے سے بھی انسان پر خراب اثرات پڑتے ہیں۔ اسی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے:

و اذا کلمتموھم فلیکن بینکم و بینھم قدر رمح (اس کے ایک راوی فرج بن فغامہ کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو، مسند احمد: ۲/۲۰۷۔ تحقیق احمد محمد شاکر)

''جب تم ان سے بات چیت کرو تو تمہارے اور ان کے درمیان ایک نیزہ کا فاصلہ ہونا چاہیے۔''

اس مرض میں ایک طرح کی بدبو ہوتی ہے، یہی اس کے پھیلنے کا سبب بھی ہے، اسی لیے اس سے دور رہنے کی ہدایت ہے، اس حدیث میں گو کسی قدر ضعف ہے، لیکن اوپر کی حدیثوں سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ صحیح اور تندرست آدمی کو جذامیوں سے احتیاط برتنی چاہیے۔

خود جذامیوں کو بھی بھرے مجمعوں، بازاروں اور پبلک مقامات سے دور رہنا چاہیے۔ ابن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک جذامی عورت کو طواف کرتے دیکھا تو اس سے کہا: اللہ کی بندی! لوگوں کو اذیت مت دے! اگر تم گھر ہی میں بیٹھی رہتیں تو کتنا اچھا ہوتا۔ اس کے بعد وہ گھر ہی میں رہنے لگی۔ حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد ایک شخص نے اس سے کہا: جنھوں نے تمہیں منع کیا تھا ان کا تو انتقال ہو گیا ہے، اب تم نکل سکتی ہو۔ اس نے جواب دیا: یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کی زندگی میں تو ان کی اطاعت کروں اور ان کے انتقال کے بعد مخالفت شروع کر دوں۔ (موطا امام مالک، کتاب الحج، جامع الحج)

جذامی سے ایک تو لوگوں کو کراہت اور تکلیف ہوتی ہے، دوسرے یہ کہ اس کے ساتھ اختلاط سے اس مرض کے پھیلنے کا امکان بھی ہوتا ہے۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے اس عورت کو الگ رہنے کی ہدایت کی اور اس نے اس پر عمل کیا۔

اگر جذامی کہیں زیادہ تعداد میں ہوں تو حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ایک رائے یہ ہے کہ ان کو مساجد، پبلک مقامات اور جلسوں وغیرہ میں جانے سے منع کیا جائے گا اور ان کے لیے الگ مکانات اور رہائش گاہیں بنا دی جائیں گی۔ قاضی عیاضؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی جمہور کی رائے ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ کہیں بھی انھیں آنے جانے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کوئی شاذ و نادر کیس ہو تو اس طرح کے اہتمام کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (فتح الباری: ۱/ ۶۲۱، نیز ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم: ۱۴/ ۸۲۲)

جذامی کے ساتھ کھانے کا جواز

آخر میں اس سلسلے کی ایک اور روایت سے ہم بحث کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑا اور اپنے کھانے کے پیالہ میں اسے شریک کرتے ہوئے فرمایا:

کل بسم الله ثقة بالله و توكلا عليه (ترمذی، ابواب الاطعمہ، باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم۔ ابوداؤد، کتاب الکہانۃ والتطیر۔ ابن ماجہ ابواب الطب)

''اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور اللہ ہی پر بھروسہ اور توکل ہے۔''

بہ ظاہر یہ حدیث اوپر کی احادیث سے ٹکراتی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے، اس لیے صحیح احادیث کے مقابلے میں اسے قبول نہیں کیا جا سکتا۔

اس میں شک نہیں کہ امام ترمذیؒ نے اس کے ایک راوی پر جرح کی ہے اور اسے غریب کہا ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عمرؓ سے اس پر عمل میرے نزدیک ثابت ہے۔ ظاہر ہے، حضرت عمرؓ کے عمل کی

خاص اہمیت ہے۔اسے کسی طرح نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ پھراس کی کیا توجیہ ہے؟

اس کی بہت سی توجیہیں کی گئی ہیں: ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ مرض کے مختلف مراحل ہوتے ہیں۔ ابتدا میں کوئی بھی مرض اتنا بھیانک اور قابلِ احتراز نہیں ہوتا، جتنا بعد کے مراحل میں ہوتا ہے۔ بعض اوقات مرض کی علامات ظاہر تو ہوتی ہیں، لیکن ان میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرض بہت ہلکا ہے اور زیادہ تکلیف دہ شکل اختیار نہیں کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جس جذامی کے ساتھ کھانا کھایا، ہوسکتا ہے، اس کا مرض اسی نوعیت کا ہو اور آپؐ نے احتیاط کی ضرورت نہ محسوس فرمائی ہو۔

یہ توجیہ اچھی تو ہے، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ فی الواقع وہ جذامی اسی نوعیت کا تھا۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ جذامی سے احتراز کے حکم کو منسوخ خیال فرماتے تھے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: یہ حکم منسوخ نہیں ہے۔ دونوں حدیثوں میں تطبیق ہوسکتی ہے۔ وہ یہ کہ جذامی سے اجتناب اور بھاگنے کا حکم احتیاط کے لیے ہے۔ اس پر عمل واجب نہیں ہے۔ آپؐ کا اس کے ساتھ کھانا جواز کے لیے ہے۔ یہی اکثریت کی رائے ہے۔ اسی کو اختیار کیا جانا چاہیے۔ (نووی: شرح مسلم: ۱۴/ص ۸۲۲)

اس کی صاف حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ جذامی سے احتراز کو واجب قرار دیا جاتا تو اس طرح کے مریضوں کے قریب کوئی نہ جاتا اور ان کی دیکھ بھال کرنے والا اور پرسان حال کوئی نہ ہوتا۔ (اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو الطب النبوی للامام ابن القیم، ص ۷۹۲-۹۹۲۔ فتح الباری: ۱۰/۱۲۱-۱۲۶)

طاعون زدہ مقام پر نہیں جانا چاہیے

اس کی ایک اور مثال طاعون کے سلسلے کے احکام ہیں۔ حضرت اُسامہ بن زیدؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> **اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوها و اذا وقع بارض و انتم بها فلا تخرجوا منها** (بخاری، کتاب الطب، باب ماجاء فی الطاعون۔ مسلم، کتاب السلام)
>
> ''جب تمھیں معلوم ہو کہ کسی جگہ طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور جہاں تم ہو وہاں اگر طاعون پھیل جائے تو اسے چھوڑ کر چلے مت جاؤ۔''

طاعون زدہ مقام سے فرار نہ اختیار کیا جائے

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو شام کے سفر میں جب معلوم ہوا کہ وہاں طاعون پھیلا ہوا ہے تو صحابہؓ

سے مشورہ کے بعد راستہ ہی سے واپسی کا فیصلہ فرمایا۔ اس پر حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کہ یہ تو اللہ کی تقدیر سے فرار ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا:

نعم نفرٌ من قدر اللّٰہ الٰی قدر اللہ

''ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔''

تھوڑی دیر بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ کے فیصلہ کی تائید میں مذکورہ بالا حدیث سنائی تو حضرت عمرؓ کو مزید اطمینان ہوا اور صحابہؓ کے ساتھ لوٹ آئے۔ (بخاری، کتاب الطب، باب ماجاء فی الطاعون۔ مسلم، کتاب السلام)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب متعدی امراض سے احتیاط کا حکم ہے تو جہاں طاعون پھیلا ہوا ہو، وہاں قیام بھی نہیں کرنا چاہیے؟ لیکن جہاں طاعون پھیلا ہوا ہے اسے چھوڑنے اور باہر سے وہاں پہنچنے میں بڑا فرق ہے۔ کسی طاعون زدہ مقام سے صحت مند افراد بھاگ کھڑے ہوں تو جو لوگ اس میں مبتلا ہیں، ان پر بہت ہی ناگوار اثر پڑسکتا ہے۔ بعض اوقات اس کی بھی نوبت آسکتی ہے کہ ان کی دوا علاج اور خبر گیری کرنے والا بھی کوئی نہ ہو۔ اس کا بھی امکان ہے کہ ان کی تجہیز و تکفین بھی نہ ہوسکے۔ کسی شخص سے قریبی تعلق رکھنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیمار ہو تو اس کی دیکھ بھال اور خدمت کریں اور اس کی ضرورتیں پوری کریں۔ اگر اس کا انتقال ہوجائے تو بہتر طریقہ سے تجہیز و تکفین کریں۔ اس میں غفلت اور کوتاہی اخلاق و شرافت کے بھی منافی ہے اور دین و شریعت کے بھی خلاف ہے۔ بلاشبہ احتیاط کی بھی ایک اہمیت ہے، لیکن احتیاط کے نام پر موت کے ڈر سے بھاگتے پھرنا اور اپنی ذمے داریوں کو بھول جانا بہت بڑا جرم ہے۔ چناں چہ اوپر کی حدیث میں ہمیں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں:

و اذا وقع بارض و انتم بھا فلا تخرجوا فراراً منه

(بخاری، کتاب الطب، باب ماجاء فی الطاعون۔ مسلم، کتاب السلام)

''جب وہ کسی جگہ پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو فرار کے خیال سے اسے نہ چھوڑو۔''

اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ طاعون زدہ مقام کو وقتِ ضرورت چھوڑا بھی جاسکتا ہے، البتہ فرار اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔ جو شخص طاعون زدہ مقام سے نہ بھاگے، اسے شہید کے سے اجر و ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔ حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتی ہیں:

لیس من عبد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابرا یعلم انہ لن یصیبہ الاّ ما کتب اللّٰہ الاّ کان مثل اجر الشھید (بخاری، کتاب الطب، باب اجر الصابر علی الطاعون)

''جو بندہ بھی طاعون کے پھوٹ پڑنے پر اپنے شہر میں صبر کے ساتھ ٹھہرا رہے اور یہ یقین کرے کہ وہی پیش آئے گا جو اللہ نے لکھ دیا ہے تو اسے شہید کے ثواب کے برابر ثواب ہوگا۔''

طاعون زدہ مقام کو نہ چھوڑنے پر کوئی بھی شخص اس اجرِ عظیم کا حق دار اسی وقت ہوگا، جب کہ وہ جزع فزع اور گھبراہٹ کا مظاہرہ نہ کرے، بلکہ صبر وسکون کے ساتھ رہے اور اسے یہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ اور مشیت کے بغیر دنیا کی کوئی بھی چیز اور کوئی بھی وبا اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ جس شخص کے اندر یہ ایمان ویقین ہو اسی سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ خود بھی استقامت کا ثبوت دے گا اور دوسروں کو بھی ثابت قدم رکھے گا۔ جو شخص ان حالات میں ہوش وحواس کھو بیٹھے اور جسے اللہ پر بھروسہ ہی نہ ہو وہ دوسروں کو صبر وتوکل کی کیا تلقین کرسکتا ہے اور ان کی مدد کی اس سے کیا توقع کی جاسکتی ہے؟

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں طاعون ہو، وہاں نہیں جانا چاہیے، البتہ جو شخص وہاں موجود ہے، اسے موت کے ڈر سے بھاگنا بھی نہیں چاہیے۔ ہاں ضرورت پڑنے پر وہ باہر بھی جاسکتا ہے۔ یہی جمہور کا مسلک ہے۔ (نووی: شرح مسلم:۱۴/ ۲۰۶)

مزید فرماتے ہیں کہ اس میں جس طرح مکروہات اور ان کے اسباب سے بچنے کی تعلیم ہے، اسی طرح مصائب میں اللہ کے فیصلہ پر سرِ تسلیم خم کردینے کی بھی ہدایت ہے۔ (نووی: شرح مسلم:۱۴/ ۲۰۷)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے ایک طرف تو متعدی امراض سے بچنے اور دور رہنے کا مشورہ دیا ہے اور دوسری طرف جو لوگ ان امراض کا شکار ہوجائیں انھیں کراہت اور حقارت کی نظر سے دیکھنے اور ان سے مکمل قطع تعلق کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ یہ انتہائی معتدل اور متوازن رویہ متعدی امراض کو معاشرہ میں پھیلنے سے روکتا ہے اور ان امراض میں مبتلا اشخاص کو کس مپرسی اور بے چارگی کے احساس سے بچاتا ہے۔

موجودہ حالات میں راقم کی کتاب '**صحت ومرض اور اسلامی تعلیمات**' کا مطالعہ مفید ہوگا۔ اس میں موضوع کے مختلف پہلو زیر بحث آئے ہیں۔

رمضان المبارک کیسے گزاریں؟

مولانا محمد طاہر مدنی

ہمیں اپنی مختصر زندگی میں ایک بار پھر رمضان کی مبارک ساعتوں سے استفادے کا موقع مل رہا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ گرد و پیش پر نظر ڈالیں، کتنے افراد جو سالِ گزشتہ ہمارے ساتھ تھے اب اِس دنیا میں نہیں رہے۔ گویا وہ رمضان اُن کی زندگی کا آخری رمضان تھا، اور پتہ نہیں یہ رمضان ہم میں سے کس کس کا آخری رمضان ہو۔

مختصر زندگی سرعت کے ساتھ ختم ہو رہی ہے، ہر لمحہ ہم اپنی موت سے قریب ہو رہے ہیں، دانش مند وہی ہیں جو اپنی موت کو یاد رکھتے ہیں اور موت کے بعد کے مراحل کی تیاری کرتے ہیں۔ رمضان کا مہینہ ہماری تربیت کے لیے بہترین موقع ہے، اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے منصوبہ بندی ضروری ہے۔ یومیہ نظام الاوقات کا ایک مجوزہ خاکہ یہاں دیا جا رہا ہے، اسے سامنے رکھ کر ہم اپنا پروگرام مرتب کرلیں اور پوری پابندی کریں، اِن شاءاللہ غیر معمولی فائدہ نظر آئے گا:

(۱) سحری کے لیے کم از کم ایک گھنٹہ قبل بیدار ہو جانا، اذکارِ مسنونہ کا اہتمام اور نمازِ تہجد کی ادائیگی کرنا، اور آخر وقت میں سحری ضرور کرنا، کیونکہ آپ ﷺ نے سحری کی تاکید فرمائی ہے۔

(۲) نمازِ فجر کی باجماعت مسجد میں ادائیگی۔ بعض لوگ دیر تک جگتے ہیں اور سحری کھا کر سو جاتے ہیں۔ یہ کتنی محرومی کی بات ہے، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ فجر کے بعد مسجد ہی میں ذکر و تلاوتِ قرآن مجید میں طلوعِ آفتاب تک مشغول رہنا سنت ہے۔ سورج نکلنے کے بعد دو رکعت نماز ادا کریں، اس کے بعد گھر جا کر کچھ دیر آرام کرلیں۔

(۳) آرام کے بعد اپنی ڈیوٹی یا کاروبار کے لیے نکل جائیں۔ رمضان میں ہماری کارکردگی کم نہیں ہونی چاہیے۔ بعض لوگ روزے کے بہانے کام چوری کرتے ہیں، یہ بات مناسب نہیں ہے۔ پوری دلچسپی اور

لگن کے ساتھ اپنا کام کرنا چاہیے، اور رمضان میں ہماری کارکردگی متاثر نہ ہونے پائے، کیوں کہ روزہ ہمیں طاقتور بناتا ہے، ہماری قوتِ ارادی کو مضبوط کرتا ہے۔ ہمارے اسلاف نے اس ماہِ مبارک میں بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں۔

(۴) ظہر کی اذان ہوتے ہی نماز کی تیاری، فرض سے پہلے سنت کا اہتمام، نماز کے بعد اذکارِ مسنونہ اور سنن ونوافل کا اہتمام۔ یاد رکھیں ماہِ مبارک میں نیکیوں کا اجر کئی گناہ بڑھ جاتا ہے، اپنے دامن میں نیکیاں سمیٹنے کا بہترین موقع ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی درس وتذکیر کا پروگرام ہو تو اس میں شرکت کریں اور اپنی دینی معلومات میں اضافے کی فکر کریں، پھر اپنے کام کی طرف لوٹ جائیں۔

(۵) عصر کی اذان ہوتے ہی مسجد کا رخ کریں، فرض سے پہلے سنتِ غیر مؤکدہ بھی پڑھیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد صرف نصف گھنٹہ مطالعۂ قرآن کے لیے مختص کریں۔ کسی ترجمہ وتفسیر کی مدد سے اگر روزانہ پانچ آیات کا بھی غور وفکر کے ساتھ مطالعہ کریں تو پورے مہینے میں ڈیڑھ سو آیات ہو جائیں گی۔ مطالعے کے لیے یکسوئی اور دلچسپی ضروری ہے، اور طریقہ یہ ہے کہ پہلے آیات کی اچھی طرح تلاوت کریں، پھر اس کے بعد معنی ومفہوم کو سمجھیں، اس پر غور کریں، دل پر اثر لینے کی کوشش کریں، اپنا احتساب کریں کہ ہمارا خالق ومالک اِن آیات میں ہمیں جو ہدایات دے رہا ہے اُن پر ہمارا کتنا عمل ہے۔ کوتاہی کے لیے استغفار کریں، اور عہد کریں کہ پورے طور سے اِن آیات پر کاربند ہوں گے، اللہ سے توفیق کی بھیک مانگیں، اور قرآنی پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کا بھی عزم کریں۔ اس طرح اگر روزانہ ہم قرآن کا مطالعہ کریں تو ہماری زندگی میں اِن شاءاللہ غیر معمولی تبدیلی آئے گی، اور قرآن ہماری زندگی کو بدل دے گا۔

(۶) غروبِ آفتاب کے قریب افطار کی تیاری کریں، یاد رکھیں کہ افطار کرانے میں بڑا اجر ہے۔ کھجور یا پانی سے افطار کریں، اللہ کا شکر ادا کریں اور کھانے پینے میں اعتدال سے کام لیں، ایسا نہ ہو کہ دن بھر کی کسر افطار میں نکالنے لگیں، اور اس کے بعد نمازِ عشاء اور تراویح پڑھنا مشکل ہو جائے۔ افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے، اس لیے دعاؤں کا خاص اہتمام کریں۔ نمازِ مغرب جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کریں، اس کے بعد اذکار اور سنن ونوافل نہ بھولیں۔ مغرب اور عشاء کے درمیان گھر کے افراد کے ساتھ کچھ دیر بیٹھیں اور کسی تربیتی کتاب کا اجتماعی مطالعہ ہو، مثلا زادِ راہ از مولانا جلیل احسن ندویؒ، آدابِ زندگی از مولانا محمد یوسف اصلاحی، یا منہاج المسلم از شیخ ابوبکر جابر الجزائری یا کوئی اور مفید کتاب۔

رمضان اہل وعیال کی تربیت کا بہترین موقع ہے، اس کو اگر ٹھیک سے استعمال کیا جائے تو گھر کا نقشہ بدل سکتا ہے اور دینی ماحول بن سکتا ہے۔

(۷) عشاء کی اذان ہوتے ہی مسجد کا رخ کریں، باجماعت نماز ادا کریں، اس کے بعد امام کے پیچھے نمازِ تراویح پڑھیں، اگر رمضان میں نماز کے اندر مکمل قرآن مجید سننے کا موقع مل جائے تو یہ بڑی سعادت کی بات ہے۔ بعض مساجد میں تراویح کے بعد مختصر تشریح کا پروگرام ہوتا ہے، یہ اچھی بات ہے، پوری دلچسپی سے اس میں شرکت کرنی چاہیے۔

اس کے بعد جلد سو جانا چاہیے، تاکہ رات کے آخری حصے میں بیدار ہونے میں زحمت نہ ہو۔ آج کل ایک غلط رواج یہ ہو گیا ہے کہ رات میں دیر تک لوگ ہوٹل وغیرہ میں گپ شپ کرتے ہیں، اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، دیر میں سوتے ہیں، جس کی وجہ سے سحری اور نمازِ فجر سب غائب ہو جاتی ہے۔ اس غلط عادت کو بالکل چھوڑ دینا چاہیے، نبی ﷺ نے عشاء کے بعد فضول باتوں سے منع فرمایا ہے، سویرے سونے کی تاکید کی ہے، تاکہ سحر خیزی میں آسانی ہو۔ آپ ذرا سوچئے کہ رات کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ سمائے دنیا پر نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ''ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اسے معاف کر دوں؟ ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اس کی جھولی بھر دوں؟'' ایک طرف اللہ کی رحمت جوش میں ہے، دوسری طرف ہماری غفلت! ایک طرف اللہ کا فضل برس رہا ہے، دوسری طرف ہم بے خبر! اللہ تعالیٰ ہمارا دامن بھرنے کے لیے تیار، اور ہم سو رہے ہیں! یہ کتنی محرومی کی بات ہے!

تیری ہر ادا نوازش
میرا ہر نفس گزارش
ترے پاس دونوں عالم
مرے پاس صرف دامن

ایک غلط عادت یہ بھی ہے کہ لوگ T.V. دیکھ کر یا سو کر رمضان کے اوقات گزارتے ہیں، مبارک لمحات سے فائدہ اٹھانے کے بجائے ضائع کرتے ہیں۔ یاد رکھیں رمضان حرکت ونشاط کا مہینہ، عمل اور جد وجہد کا مہینہ، تزکیہ وتربیت کا مہینہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''وہ شخص بدنصیب ہے جو رمضان کا مہینہ پائے اور اپنی مغفرت کا سامان نہ کر سکے۔'' آخری عشرے میں اعتکاف کی سنت ادا کرنے اور شبِ قدر کی تلاش کی

کوشش کرنی چاہیے، نیز اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ غریبوں کا چولہا بھی جل سکے اوران کے گھر میں بھی خوشی ہو۔

یہ مجوزہ خاکہ منصوبہ بندی میں آپ کی مدد کرے گا۔اپنے لحاظ سے آپ پروگرام بنائیں،روبہ عمل لانے کی کوشش کریں،اللہ سے دعا کریں،اِن شاءاللہ خوشگوار نتائج برآمد ہوں گے۔

اے اللہ! رمضان سے ہمیں بھرپور استفادے کی توفیق دے،آمین۔

●⧉●

’’قرآن حکیم کا حقیقی فیض صرف ان لوگوں کے لیے خاص ہے جن کے اندر تقویٰ کی روح ہو اور اس تقویٰ کی تربیت کا خاص ذریعہ روزے کی عبادت ہے۔اس وجہ سے رب کریم وحکیم نے اس مہینے کو روزوں کے لیے خاص فرما دیا،جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔دوسرے لفظوں میں اس بات کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حکیم اس دنیا کے لیے بہار ہے اور رمضان المبارک کا مہینہ موسم بہار اور یہ موسم بہار جس فصل کو نشو ونما بخشتا ہے وہ تقویٰ کی فصل ہے‘‘۔

(مولانا امین حسن اصلاحی،تدبر قرآن:۱/۱۵۴)

جز وقتی مکاتب

مولانا انعام اللہ فلاحی

علم ایک روشنی ہے جس کے ذریعے انسان کو وسعت اور آفاقیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنی ذات کے خول سے باہر نکل کر کائنات کی وسعتوں میں داخل ہوجاتا ہے۔ ماضی کے تجربات سے واقفیت حاصل کرکے، ماضی کو حال سے ملا کر مستقبل کا خواب دیکھتا ہے اوراس کا نقشۂ کار طے کرتا ہے۔علم وہ بنیادی جوہر ہے جس کے بغیر انسان نہ تو خود کو پہچان سکتا ہے اور نہ ہی خدا کی معرفت اسے حاصل ہوسکتی ہے۔علم کے بغیر نہ تو عبادت صحیح طور پر انجام دی جاسکتی ہیں اور نہ ہی شریعت کی کما حقہٗ پابندی کی جاسکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر تشریف لائے اس میں علم اور تعلیم پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ پہلی وحی اقرأ سے شروع ہوئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں علم اور تعلیم ہر چیز پر مقدم ہے۔ آپؐ نے عملی زندگی میں قیدیوں کی رہائی کے لیے تعلیم دینے کو بھی ایک ذریعہ کے طور پر قبول کیا۔ آپؐ نے تعلیم وتربیت کے کام کو باعث اجر وثواب بتایا، آپؐ نے فرمایا:

رجل کانت عندہ امة فادبھافاحسن تادیبھاوعلمھافاحسن تعلیمھاثم اعتقھافتزوجھا فله اجران (صحیح بخاری)

’’جس شخص کے پاس کوئی باندی ہو، اس کی اس نے اچھی طرح تربیت کی اور اچھی طرح زیور تعلیم سے آراستہ کیا پھر اسے آزاد کردیا اور اس سے شادی کرلی تو اس کے لیے دہرا اجر ہے۔‘‘

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خیر کم من تعلم القرآن علمه (بخاری)

''تم میں بہتر شخص وہ ہے جو خود قرآن سیکھے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔''

ایک حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس انسان کی بھلائی اور ترقی مقصود ہوتی ہے، اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: **من یرد الله به خیراً یفقه فی الدین** ۔''اللہ تعالیٰ جس شخص سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔'' آپؐ نے اہل علم کو انبیا کا وارث بتایا ہے۔ فرمایا: **العلمأ ورثة الأنبياء** .''علما انبیا کے وارث ہیں۔'' یہ صرف نظری باتیں نہیں ہیں۔ مسلمانوں کا ماضی نہایت درخشاں ہے۔ وہ علم وادب اور صنعت وحرفت میں بے مثال تاریخ رکھتے ہیں۔ ان کے علم وہنر سے مشرق ومغرب فیض یاب ہوا ہے۔ مگر ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے۔

اپنے سماج اور معاشرے کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ نئی نسل کی ایک تعداد ایسی بھی ہے جو تعلیم وتربیت سے بے بہرہ ہے۔ وہ سڑک کے کنارے پڑے ہوئے کوڑے اور نالیوں سے پلاسٹک کی تھیلیاں اور کباڑ کی تلاش میں پھرتی رہتی ہے۔ گھروں سے کوڑا کچرا اٹھانے کا کام کرتی ہے، پھر اس کو لے جا کر کاغذ پلاسٹک لکڑی اور لوہا وغیرہ الگ الگ کر کے اسی سے اپنی اور اپنے خاندان کی ضروریات پوری کرتی ہے۔ ان کے سرپرست خود اسی طرح کے کاموں میں لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ انھیں نہ تو تعلیم وتربیت کی اہمیت کا احساس وشعور ہے اور نہ ہی اپنے اور اپنی نسل کے مستقبل کی تباہی وبربادی کا اندازہ ہے۔ انھیں نہیں معلوم کہ انھوں نے نہایت تاریک راستے کا انتخاب کیا ہے۔ انھیں اس کا بھی شعور نہیں ہے کہ اپنے جگر گوشوں کی بربادی کا سامان خود اپنے ہاتھوں سے کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نان شبینہ کے محتاج ہیں۔ یہ مجبور ونادار بچے اپنے اور اپنے خاندان کے پیٹ کی آگ بجھانے کی خاطر بہت معمولی پیسوں پر ہوٹلوں، کارخانوں اور فیکٹریوں میں برباد ہو رہے ہیں۔ ان میں سے ایک تعداد عوامی اور پبلک مقامات، زیارت وسیر وتفریح کی جگہوں، اسٹیشنوں اور مذہبی مقامات پر بھیک مانگتی ہے۔ ان میں سے کچھ بچے بڑے ہو کر جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ نشہ آور چیزوں کے خود عادی ہو جاتے ہیں اور ان نشہ آور چیزوں کے پھیلانے کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں۔

ہر شہر میں اس طرح کے لوگوں پر مشتمل جھگیوں اور جھونپڑیوں کی آبادی موجود ہے، جس میں اس طرح کے افراد پرورش پا رہے ہیں، جن کی فکر اگر نہیں کی گئی تو وہ پورے سماج کے لیے ناسور بن جائیں گے اور ملک وملت کی بدنامی کا ذریعہ اور اس کے لیے خطرہ ثابت ہوں گے۔

اس طرح کے بچوں کو اگر فل ٹائم اسکول میں داخل کیا جائے تو خود ان کی اور ان کے گھر کے لوگوں کے

اخراجات کی تکمیل کا مسئلہ کھڑا ہوگا۔ اس لیے اس طرح کے بچوں کے لیے مناسب ہے کہ جزوقتی (Part Time) اسکولوں میں ان کی تعلیم وتربیت ہو، تا کہ کچھ وقت انھیں اپنے معاش کے لیے بھی مل جائے۔ جس سے اپنی اور اپنے اہل خانہ کی ضروریات پوری کرسکیں۔ ساتھ ہی ان کی دینی وفکری تربیت بھی ہوسکے، صفائی، ستھرائی، امن وسلامتی، محبت واخوت، عدل وانصاف نیز سماجی اور معاشرتی آداب سے واقف ہوکر بہتر انسان بن سکیں۔ اللہ کے حقوق اور اس کے عائد کردہ فرائض سے واقف ہوجائیں، ساتھ ہی سماجی زندگی کے آداب و معاشرت سے بھی آگاہ ہوسکیں اور عملی زندگی میں برتنے کے قابل ہوجائیں۔

چراغ جلاتے رہیں

ہمارے 98% بچے عصری تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، چاہے وہ سرکاری ادارے ہوں یا پرائیویٹ ان اداروں میں بچوں کی دینی اور اسلامی تعلیم کا نظم نہیں ہوتا ہے بلکہ اخلاقی اور روحانی تعلیم کا بھی معقول انتظام نہیں ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ان اداروں سے پڑھ کر نکلنے والے بچے دینی اور اخلاقی معلومات سے خالی الذہن ہوتے ہیں۔ نہ وہ اپنے خالق ومالک کو پہچانتے ہیں اور نہ خود کو۔ وہ معاشرے اور سماج میں ایک پڑھے لکھے انسان کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں، لیکن اخلاق اور روحانی تعلیم سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ان میں اور ناخواندہ اور جاہل انسانوں کے درمیان کوئی بڑا فرق نہیں ہوتا ہے۔ سماج میں ان کے ذریعے بھی خیانت، بدعہدی، چوری، لوٹ کھسوٹ، بے حیائی اور بے شرمی، رشوت، چور بازاری، ملاوٹ اور مادہ پرستی کے ہر کام انجام پاتے ہیں۔ یہ لوگ زندگی کے آداب سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اسلام، قرآن، مسجد اور نماز، اسلامی شعائر سے نہ صرف ناواقف ہوتے ہیں بلکہ اسلام دشمنی میں ہوا کے جھونکے جب چلتے ہیں تو یہ ان کے ساتھی اور ہم نوا بن جاتے ہیں۔

ملک کی موجودہ صورت حال میں ایک طرف اسلام دشمنی اور مسلم تہذیب وثقافت سے نفرت کی فضا تیار کی جارہی ہے، وہیں دوسری طرف تعلیم میں ایک خاص تہذیب اور مذہب کی نمائندگی ہورہی ہے۔ ایسے حالات میں مشرکانہ عقائد اور اسلام مخالف رسم ورواج کو مزید بڑھاوا ملنے کے واضح امکانات ہیں۔ مسلمانوں کو جس طرح خوف زدہ کرنے اور ڈرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ وہ اپنے مذہب اور عقائد سے دست بردار ہو جائیں اور اپنی تہذیب وروایات چھوڑ کر ہندو تہذیب میں ضم ہوجائیں۔ آنے والے دنوں میں اس بات کا بہت امکان ہے کہ کم زور مسلمان خوف زدہ ہوکر اسلامی عقائد اور اسلامی روایات سے بے بہرہ ہوکر اکثریت

کی ہمنوائی کرتے ہوئے اسلام سے دور ہو جائیں۔

ضرورت ہے کہ ان 98% بچوں کی دینی و اخلاقی تعلیم کا انتظام الگ سے کیا جائے۔ تا کہ مکمل اسلامی نظام تعلیم کے خلا کو بڑی حد تک پر کیا جا سکے۔ ان نونہالان ملت کو اس لائق بنا دیا جائے کہ ان کے اندر اللہ کی معرفت بھی ہو اور خود اپنے آپ کو پہچان سکیں۔ وہ یہ جان سکیں کہ ان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ مرنے کے بعد کی زندگی اور اس کی حقیقت سے واقف ہو سکیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اچھی طرح ادا کر سکیں۔

ہم عزم کریں کہ کسی بھی قیمت پر اپنے بچوں اور بچیوں کو دین اسلام سے بے گانہ نہ ہونے دیں گے۔ اپنی آنے والی نسلوں کے لیے دینی تعلیم اور اسلامی تربیت کا اس طرح نظم کریں گے کہ ان کا عقیدہ اور ان کی فکر اسلامی ہوگی وہ اسلامی تربیت کے رنگ میں اس طرح رنگے ہوں گے کہ اسلام کی بنیادی باتیں اور دین کے عقائد کا چراغ ان کے دلوں میں روشن ہوگا۔ باد مخالف کے جھونکے ان روشن چراغوں کو بجھا نہ سکیں گے۔

اس مقصد کے حصول کے لیے مساجد اور گھروں میں جز وقتی مکاتب قائم کیے جائیں۔ مسجد کے ائمہ، موذنین، ریٹائرڈ ٹیچرس اور خواتین کا تعاون حاصل کیا جائے اور ہر گلی اور محلے میں دینی تعلیم کے ادارے قائم کیے جائیں۔ دینی جماعتوں، انجمنوں اور اداروں کو ان کی رہ نمائی اور تعاون کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ مالی اور اخلاقی تعاون بھی کرنا چاہیے۔

مکتب

مکتب یہ عربی کا لفظ ہے۔ فارسی زبان سے ہوتے ہوئے اردو میں آیا ہے۔ عربی زبان میں مکتب مطالعے اور پڑھنے اور لکھنے کے لیے استعمال ہونے والی میز یا کسی خاص کام کے لیے استعمال ہونے والے کمرہ (دفتر) کو کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر مکتب الاستعلایات (انکوائری آفس)، مکتب البرید (پوسٹ آفس)، مکتب السفریات (ٹریولس آفس)، فارسی اور اردو زبان میں مکتب پڑھنے لکھنے کی جگہ، مدرسہ، اسکول، درس گاہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی خاص فکر و خیال اور نظریے کے لوگوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

جز وقتی مکاتب

جز وقتی مکتب سے مراد وہ مکاتب ہیں جو گھنٹہ اور دو گھنٹے کے لیے متعین تعلیم کے لیے قائم کیا جاتا ہے، صباحی یا شبینہ تعلیم کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

یہ مکاتب دو طرح کے ہوتے ہیں:

۱) ایسے غریب اور نادار بچوں کے لیے قائم کیا جاتا ہے جو اپنا پورا وقت تعلیم کے لیے نہیں دے سکتے ہیں۔ جو جھگیوں اور جھونپڑیوں میں یا فٹ پاتھ کے کنارے رہتے ہیں۔ دن میں کوڑا چن کر اپنی اور گھر کے لوگوں کی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں۔ اس طرح کے بچوں کو کچھ وقت تعلیم میں مصروف کر کے انھیں دینی تعلیم اور انسانی اقدار سے واقف کرا دیا جاتا ہے۔

۲) وہ مکاتب ہیں جو مساجد یا گھروں میں چلائے جاتے ہیں۔ ان کے پیش نظر عام مسلم بچے ہیں، جو عصری اسکولوں اور سیکولر تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان کے لیے مساجد یا گھروں میں دو ایک گھنٹہ دینی تعلیم کا نظم کیا جاتا ہے، جس میں قرآن مجید کا ناظرہ اور دین کی ابتدائی باتیں سکھائی جاتی ہیں۔

مقاصد

جز وقتی مکاتب کے قیام کے درج ذیل مقاصد ہیں:

۱) نونہالان ملت تجوید کے قواعد کی رعایت کرتے ہوئے صحت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کر سکیں۔

۲) وہ دین اسلام کی بنیادی باتوں سے واقف ہو سکیں۔ اسلامی عقائد و عبادات، اخلاق و معاشرت نیز اسلامی تہذیب و تمدن کی مبادیات سے واقف ہو جائیں۔

۳) وہ زندگی میں پیش آنے والے فقہی مسائل سے واقف ہو جائیں۔ نیز ان میں ترجیحات کا تعین بھی کر سکیں۔

۴) انھیں قرآن مجید کے آخری پارے کی ۱۵ سورتیں، سورۂ فاتحہ، نماز کے اذکار، چالیس احادیث اور دعائیں با معنی یاد ہو جائیں۔ شعور و فہم کے ساتھ ان پر عمل کرنا سیکھ جائیں۔

۵) ان کی زندگی میں پاکیزگی، شائستگی اور صفائی کا واضح تصور آ جائے اور عملی زندگی میں وہ اس کا نمونہ پیش کر سکیں۔

۶) خدمت دین اور خیر امت ہونے کا جذبہ ان کے اندر پیدا ہو جائے اور دین ان کی عملی زندگی میں محسوس کیا جانے لگے۔

۷) ان کی تربیت اس طرح ہو جائے کہ وہ معاشرے اور ملک کے ایک مفید شہری بن کر رہیں اور ملک میں امن وامان، انسان دوستی، خدا پرستی اور قیام عدل وقسط کے نمائندہ بن جائیں۔

جز وقتی مکتب کا نظام

کسی بھی کام کو بہتر طور پر انجام دینے اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے نظام کا بنانا ضروری ہے ورنہ متعین وقت میں مقصد نہیں حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جز وقتی مکتب کے نظام کے درج ذیل اجزا ہو سکتے ہیں:

۱۔ جز وقتی مکتب کا قیام ۲۔ اساتذہ کا انتخاب ۳۔ بنیادی ضروریات ۴۔ داخلہ ۵۔ تعلیمی اوقات ۶۔ سرپرستوں کا تعاون ۷۔ امتحانات

جز وقتی مکتب کا قیام

جس مقام اور آبادی میں جز وقتی مکتب قائم کرنا پیش نظر ہو، اس آبادی کے باشندگان کو پہلے دینی تعلیم کی ضرورت واہمیت کو بتایا اور سمجھایا جائے۔ اس کے لیے خطبات جمعہ، جلسے جلوس اور دیگر تقریبات کے مواقع پر دینی تعلیم کی اہمیت پر بات کر کے جز وقتی مکتب شروع کرنے کے لیے فضا تیار کی جائے۔ آبادی کے پڑھے لکھے اور بااثر افراد کی فہرست تیار کر کے مکتب کے قیام کے لیے ان کی تائید اور مدد حاصل کی جائے۔

مقامی زبان میں جز وقتی مکتب کی ضرورت و اہمیت پر فولڈرس، پوسٹرس اور ہینڈ بل طبع کر کے تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مقامی اخبار اور سوشل میڈیا کا بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

جز وقتی مکتب کے قیام کے لیے جب فضا سازگار ہو جائے تو آبادی کے منتخب تعلیم یافتہ اور اہلِ خیر حضرات کی میٹنگ طلب کی جائے، جس میں ذمے داران اور انتظامیہ کا انتخاب کر لیا جائے۔

ذمے داران میں ناظم، سکریٹری، خازن اور محاسب کا انتخاب کرنا چاہیے۔ دیگر ممبران کی تعداد کم سے کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ ۱۱ ہونی چاہیے۔

انتظامیہ

انتظامیہ کے افراد درج ذیل امور کو پیش نظر رکھیں:

۱) مدرسے کے لیے جگہ اور اساتذہ و دیگر وسائل کی فراہمی

۲) اساتذہ کے تقرر کے وقت ہی انھیں ادارے کے مشن، مقصد اور طریقۂ کار سے واقف کرا دینا

چاہیے۔ایسے اساتذہ کوترجیح دینا جو معمول کی لیاقت کے علاوہ فنی وتعلیمی مہارتوں کے حامل ہوں۔

۳)اساتذہ کوضابطہء اخلاق سے واقف کراکے ان سے تحریری عہد لینا۔

۴)اساتذہ کی کارکردگی کا کھلے دل سے اعتراف کرنا اوران کی حوصلہ افزائی کرتے رہنا۔

۵)اساتذہ سے خوش گوار تعلقات قائم رکھنے کے لیے کوشاں رہنا۔

۶)ادارے کے نگرانی(Visit) کا نظام بنانا۔

۷)اساتذہ کی فکری وفنی تربیت کا اہتمام کرنا۔

۸)انتظامیہ کواپنے تمام کاموں میں اخلاقی حدود کا پابند ہونا چاہیے،ایسے ذرائع کا استعمال نہ کرنا چاہیے جوصداقت ودیانت کے خلاف ہوں یا جن سے فرقہ وارانہ منافرت،طبقاتی کشمکش اور مسلکی منافرت رونما ہو۔

۹)مالی وسائل کے حصول اوراس کے خرچ کی مناسب طور پر منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔

۱۰)حساب وکتاب کا صحیح طور پر ریکارڈ محفوظ رکھا جائے اوراس کا داخلی طور پر آڈٹ بھی کرانا چاہیے۔

اساتذہ کا انتخاب وتقرر

استاذ کے تقرر کے لیے ایک کمیٹی ہونی چاہیے جس میں ایک عالم اور ایک حافظ وقاری کے علاوہ ایک نمائندہ مجلس منتظمہ سے بھی ہونا چاہیے جوعصری درس گاہوں سے تعلیم یافتہ ہو۔اساتذہ کے تقرر میں علمی استعداد اور تجربہ کو ہی معیار بنانا چاہیے۔ذاتی تعلقات یارشتہ اور خاندانی تعلقات کوکسی بھی درجے میں درآنے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔

استاد کے تقرر میں درج ذیل امور کوملحوظ رکھنا چاہیے:

۱۔استاد کوحافظ اورقاری ہونا چاہیے۔اس کے ساتھ ساتھ اگر عالم دین بھی ہوتو زیادہ بہتر ہے۔

۲۔تربیت یافتہ ہو یا کم از کم اجتماعی طریقۂ تدریس کا دوسالہ تجربہ ہو۔

۳۔مؤثر شخصیت کا مالک ہو،شرعی وضع قطع کا حامل ہو۔

۴۔اپنے پیشے کوقدر کی نگاہ سے دیکھتا ہو،خوش دلی اوراخلاص کے ساتھ اپنا کام انجام دینے کا جذبہ رکھتا ہو۔

۵۔جزوقتی مکتب میں ذریعہ تعلیم جو زبان ہواس سے اچھی طرح واقف ہواوراظہار بیان کی قدرت رکھتا ہو۔

۶۔ جزوقتی مکتب کی اہمیت وافادیت سے متفق ہو۔

۷۔ طالبات کے لیے معلمات کا تقرر کرنا مناسب ہوگا، یا کم از کم بڑی عمر کی طالبات کے لیے معلمات کا تقرر ہو۔

داخلہ

جزوقتی مکاتب میں عام طور پر داخلے کا کوئی نظام نہیں ہوتا ہے۔ یہ تصور کارفرما ہوتا ہے کہ دین سیکھنے کے لیے اور قرآن مجید ناظرہ پڑھنے بچے آتے ہیں۔ انھیں واپس کرنا دینی تعلیم سے محروم کرنا ہے، چنانچہ جو بھی طالب علم آتا ہے اسے داخلہ مل جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے زیادہ تر جزوقتی مکاتب میں انفرادی طریقہ تعلیم رائج ہے۔ ایک ایک بچے سے سبق سنا جاتا ہے اور سبق دیا جاتا ہے۔ طلبہ کی کثرت اور وقت کی قلت کی وجہ سے استاد تمام طلبہ کو سبق نہیں دے پاتا ہے۔ مجبوراً ذہین اور سنجیدہ طلبہ سے پڑھانے کا کام لیا جاتا ہے۔ چنانچہ مطلوبہ رفتار سے بچوں کی ترقی نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی تعلیم میں مطلوبہ معیار قائم ہو پاتا ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ داخلے کا وقت مقرر ہو، انھیں تاریخوں میں ہی داخلے لیے جائیں۔ اس سے درج ذیل فائدے ہوں گے:

☆ اجتماعی تعلیم کا نظم وانصرام آسان ہوگا۔

☆ کم وقت میں زیادہ بچوں کو تعلیم دی جاسکتی ہے۔

☆ معیار تعلیم میں بہتری آئے گی۔

☆ درس گاہ کے لیے معلمین کے تقرر اور درس گاہ کے انتظام وانصرام میں سہولت ہوگی۔

اس بات کا اہتمام رہے کہ کسی نہ کسی گروپ میں بچہ شامل ہوجائے۔ تاکہ کوئی بھی بچہ دینی تعلیم کے حصول سے محروم نہ رہ جائے۔

☆ داخلہ فارم پر کرواکر ہی کارروائی مکمل کی جائے، تاکہ کوئی بچہ بغیر اندراج کے نہ رہے۔

☆ دو ماہ تک مسلسل غیر حاضر رہنے والے طلبہ اور طالبات کا نام خارج کردینا چاہیے۔ دوبارہ آنے پر فارم پر کرواکر جس گروپ میں آسانی سے بچہ چل سکتا ہو اس میں داخل کیا جائے اور آئندہ پابندی کے لیے عہد نامہ لکھوایا جائے۔

☆ داخلہ فیس بھی لینا چاہیے۔ اس کے بدلے میں تیسیر القرآن، چالیس احادیث اور دعائیں جزوقتی

مدارس کا نصاب تعلیم دینا چاہیے۔

☆ داخلہ فارم سے معلومات رجسٹر داخل خارج میں محفوظ کر لینا چاہیے۔اس سے طلبہ کے سرپرستوں سے ربط کرنے میں آسانی ہوگی اور طالب علم کی تعلیمی اور اخلاقی صورت حال کی رپورٹ دینے میں مدد ملے گی۔

☆ داخلے کے وقت سرپرست کا ساتھ آنا ضروری ہے۔

☆ داخلے کے وقت طالب علم کی عمر کم از کم ۴ سال اور زیادہ سے ۷ سال ہونی چاہیے۔

☆ داخلے کے وقت تاریخ پیدائش کی سرٹیفکٹ کی فوٹو کاپی رتصدیق نامہ اور سرپرست کا آدھار کارڈ یا کسی آڈی کی فوٹو کاپی جمع کرائی جائے۔

☆ تعلیمی فیس بھی مقرر کرنی چاہیے، وہ بہت مختصر ہی کیوں نہ ہو غریب اور نادار بچوں کی تعلیمی فیس معاف کرنے کا ضابطہ بھی ہونا چاہیے۔

☆ سرپرستوں کو داخلے کے وقت ہی ہدایت کی جائے کہ بچیوں کو زیور پہنا کر نہ بھیجیں۔اسی طرح موبائل یا کوئی اور قیمتی چیز دے کر نہ بھیجیں۔

ضروری اشیاء

۱) ہر استاد کے پاس جزوقتی مکتب کا نصاب تعلیم رہنا چاہیے۔اس میں ہر ماہ کی مقدار خواندگی دی گئی ہے۔تیسیر القرآن، ناظرہ قرآن، سجادین، احادیث اور دعائیں ان سب کی ماہانہ مقدار خواندگی طے کی گئی ہے۔اس کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

۲) بچوں کی تعلیم کی ابتدا تیسیر القرآن سے کی جائے اور انھیں تجوید کے قواعد میں نہ الجھایا جائے۔ہر سبق کے شروع میں ہدایات دی گئی ہیں۔اس کو ضرور پڑھیں اور ان ہدایات کے مطابق بچوں کو تعلیم دیں۔

۳) تدریس کے عمل میں بلیک بورڈ کی بڑی اہمیت ہے۔یہ بہت ہی اہم اور سہل الحصول وسیلہ ہے۔اس لیے ہر کلاس میں بورڈ لازماً ہونا چاہیے اور اس کے استعمال کو یقینی بنایا جائے۔

۴) ایک الماری ہونی چاہیے جس میں رجسٹر اور ریکارڈ کے جملہ کاغذات اور قیمتی اشیا محفوظ رکھی جاسکیں۔

۵) ہر استاد کے لیے ڈیسک ہونی چاہیے، جس میں لاک بھی ہو۔تاکہ رجسٹر، چاک، ڈسٹر وغیرہ محفوظ رہے اور بروقت مل سکے۔

۶) بچوں کے لیے تپائی کا نظم ہونا چاہیے، جس پر تیسیر القرآن اور قرآن مجید وغیرہ رکھ کر پڑھ سکیں۔

۷) بچوں کے بیٹھنے کے لیے چٹائی یا قالین کا انتظام ہونا چاہیے اور روزانہ اس کی صفائی کا نظم بھی ہونا چاہیے۔

۸) جس کمرے یا کلاس میں تعلیم دی جارہی ہو اس میں معقول روشنی اور ہوا (Ventilation) ہونا چاہیے۔ تاکہ طلبہ کو گھٹن نہ محسوس ہو اور آنکھوں پر زور نہ پڑے۔

۹) پینے کا پانی، وضو خانہ، طہارت خانہ وغیرہ کا صاف ستھرا انتظام ضروری ہے۔

تعلیمی اوقات

☆ تعلیم صباحی اور شبینہ دونوں وقت رکھنا مناسب ہے تاکہ حسب سہولت طلبہ صبح یا شام تعلیم حاصل کرسکیں۔ ایسے طلبہ اور طالبات جن کی کلاسز شام میں ہوتی ہیں انھیں بھی دینی تعلیم کے لیے صبح میں موقع رہے گا۔

☆ علاقہ، حالات اور موسم کے لحاظ سے تعلیمی وقت مقرر کیا جاسکتا ہے، کم از کم سوا گھنٹے اور زیادہ سے زیادہ ڈھائی گھنٹے کا وقت رکھنا مناسب ہوگا۔ انتظامیہ تمام امور کا جائزہ لے کر باہمی مشورے سے وقت کا تعین کرے اور اس کی پابندی کو یقینی بنائے۔

اگر تعلیم کا دورانیہ کم رکھا گیا ہو تو کلاس چھوٹے گروپ پر مشتمل ہو، پندرہ سے بیس طلبہ پر مشتمل کلاس ہونی چاہیے تاکہ تمام طلبہ پر توجہ دی جاسکے اور تعلیم میں بہتری آسکے۔ اگر تعلیم کا دورانیہ ۲ گھنٹے یا زیادہ کا ہے تو طلبہ کی تعداد ۲۵ تا ۳۰ رکھی جاسکتی ہے۔

رمضان المبارک کے ایام میں شام کی کلاسز ظہر بعد لگائی جاسکتی ہے۔

☆ ہفتہ وار، ششماہی اور سالانہ تعطیل ان اسکولوں سے ہم آہنگ رکھی جائیں جن میں یہ بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں، تاکہ چھٹی کے دنوں میں طلبہ فارغ رہیں۔ سرپرستوں اور طلبہ کو عزیز و اقارب سے ملاقات اور سیر و تفریح کے لیے باہر نکلنے میں آسانی ہو۔

سرپرستوں سے ملاقات

بچوں کی تعلیم و تربیت میں والدین اور سرپرستوں کی اہمیت مسلم ہے۔ تعلیم و تربیت کا کوئی بھی منصوبہ ان

کونظر انداز کر کے کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوسکتا ہے۔اس لیے کہ والدین اور سرپرستوں کے عادات واطوار اوران کے اخلاق وکردار، ان کی دل چسپی ، پسند اورناپسند کے اثرات بچوں پر پڑتے ہیں، گھر کے ماحول اورمدرسے کے ماحول میں ہم آہنگی ہونی چاہیے۔اگرگھر کا ماحول مدرسے کے ماحول کے مخالف ہےتو تربیت میں دشواری ہوگی ۔مثال کے طور پرمکتب میں نماز کی پابندی کی تعلیم دی جائے اور گھر پر والدین بےنمازی ہوں،سچائی اورایمان داری کی باتیں کی جائیں اورگھر میں جھوٹ اور بےایمانی کا ماحول ہوتو اس سے تربیت میں خلل اوردشواری ہوگی۔اس لیے والدین اورسرپرستوں کوبھی مدرسے کے ماحول سے ہم آہنگ کرنا ضروری ہے۔اس مقصد کے لیےسرپرستوں کی میٹنگ اوران کی حصہ داری بڑھانے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح سرپرستوں کی ملاقات کے ذریعےطلبہ کے اندر رونما ہونے والی تبدیلیوں سے انھیں واقف کرایا جاسکتا ہےاوران کا تعاون بھی حاصل ہوسکے گا،جس کے نتیجے میں مدرسے کانظم ونسق بہتر ہوگا۔معیار تعلیم میں بہتری آئے گی۔طلبہ کی غیرحاضری وغیرہ پربھی کنٹرول ہوسکے گا۔

سرپرستوں سے ملاقات کےوقت درج ذیل موضوعات زیر بحث آسکتے ہیں:

۱۔بچوں کی تعلیم وتربیت میں والدین اورسرپرستوں کا رول

۲۔مدرسے میں دی جانے والی تعلیمات کا گھر میں نفاذ۔مثلاً: نماز کی پابندی، دعاؤں کو پڑھنا،سچائی وایمان داری کوعملاً برتنے پرتوجہ دینا

۳۔والدین اورسرپرست بچوں کے لیے بہتر اسوہ اورنمونہ بنیں

۴۔بچوں کی تعلیمی ترقی کی رفتار،رکاوٹوں اورپھسڈی پن کے اسباب

۵۔پیرینٹنگ پرویڈیوزبھی دکھایا جاسکتا ہےجس کاانتخاب پہلے سے کرلیا گیاہو۔

٦۔اسکول اوراس کے نظام پرسرپرستوں کا اظہارخیال

امتحان

جز وقتی مکاتب میں امتحان اور جائزہ کا باضابطہ نظام عام طور پرنہیں پایا جاتا ہے، جب کہ امتحان اور جائزے سے جہاں طلبہ کو پڑھے ہوئے اسباق کا اعادہ ہوجاتا ہے وہیں جوکچھ تعلیم بچے کواس دوران دی جاتی ہےاس کے باربار اعادہ سے باتیں پختہ ہوجاتی ہیں۔

طالب علم کواپنی کم زوریوں اورکمیوں کاعلم ہوجاتا ہے۔اس کے تلافی کے لیےکوشش کاامکان رہتا ہے۔

کم زوریوں اور کمیوں پر قابو پانے کی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔

امتحان کے ذریعے اساتذہ کو اپنی محنت کا اور طریقہ تعلیم کی کامیابی کا اور ترسیل مواد پر قدرت کا اندازہ ہوتا ہے اور وہ آئندہ بہتر کارکردگی کا اظہار کرسکتے ہیں۔

اس کے ذریعے سرپرستوں کو بھی اپنے بچوں کی خوبیوں اور خامیوں کا علم ہوجاتا ہے۔ان کے لیے بھی موقع رہتا ہے کہ کم زوریوں کی تلافی کرسکیں۔سرپرست کو اپنا رول ادا کرنے کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

سال میں دوبار ششماہی اور سالانہ امتحان کا نظم جز وقتی مکاتب میں کرنا چاہیے۔رزلٹ تقسیم کرتے وقت سرپرستوں کو بھی دعوت دینی چاہیے تاکہ بچوں کی کارکردگی سے انھیں آگاہ کیا جاسکے۔امتحان پورے نصاب پر مشتمل ہونا چاہیے،حروف کی شناخت تجوید،صحت کے ساتھ تلاوت،حفظ،دینی وفقہی معلومات،اذکار اور احادیث مع ترجمہ پر مشتمل ہونا چاہیے۔

سالانہ جلسہ

سالانہ جلسے کا اہتمام کرنا چاہیے۔اس سے درج ذیل فائدے ہوسکتے ہیں:

۱۔جز وقتی مکتب کا بڑے پیمانے پر تعارف ہوگا۔

۲۔دینی تعلیم کا عوام کے اندر رجحان پیدا ہوگا۔

۳۔دینی تعلیم کا افادہ عام ہوگا،زیادہ سے زیادہ طلبہ مکتب میں تعلیم کی طرف متوجہ ہوں گے۔

۴۔مکتب کی کارکردگی عوام کے سامنے آئے گی،مکتب کے ذریعے بچوں میں کس طرح کی دینی بیداری آرہی ہے عوام الناس کو معلوم ہوگا۔اس سے نئے دینی مکاتب کے قیام کی راہ ہموار ہوگی۔

۵۔سرپرستوں اور عوام کو مکتب سے جوڑنے کی راہ ہموار ہوگی۔

ضروری احتیاط

☆ جلسے کے لیے کم ازکم ایک ماہ قبل اعلان کرنا چاہیے تاکہ طلبہ کو اچھی طرح تیاری کا موقع مل سکے۔

☆ غیرضروری فوٹوگرافی اور دیگر اخراجات سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

☆ طلبہ کے سرپرستوں کی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے تحریری دعوت نامہ دینے کے ساتھ فون کے ذریعے بھی یاددہانی کرائی جائے تو شرکت بھرپور ہوگی۔

☆ پروگرام کی ترتیب اس طرح ہوگی کہ ہر طالب علم کو شرکت کا موقع مل سکے۔ اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ پروگرام میں تنوع ہو۔

درج ذیل پروگرام کرواسکتے ہیں:

تلاوت، حفظ (سورتوں یا منتخب آیات) حمد، نعت، دعاء، احادیث، اقوال، اشعار، دینی معلومات، تعلیمی وتفریحی کھیل۔

☆ اول، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کو انعامات دیے جائیں، تمام شرکاء کو تشجیعی انعامات دیے جائیں، کسی اہل علم وتقوی کے بدست انعامات دلوائے جائیں، جزوقتی مکاتب کی اہمیت پر ان سے مختصر خطاب بھی کروانا مناسب ہوگا۔

●●

قُلۡنَا اهۡبِطُواۡ مِنۡهَا جَمِيۡعاً فَإِمَّا يَأۡتِيَنَّكُم مِّنِّیۡ هُدًی فَمَن تَبِعَ هُدَایَ فَلاَ خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلاَ هُمۡ يَحۡزَنُونَ ○ وَالَّذِيۡنَ كَفَرواۡ وَكَذَّبُواۡ بِاٰيَاتِنَا أُولٰٓئِکَ أَصۡحَابُ النَّارِ هُمۡ فِيۡهَا خَالِدُونَ ○

(البقرہ:۳۸،۳۹)

’’اور ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمھارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ آگ میں جانے والے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔‘‘

اَبناء و بناتِ جامعۃ الفلاح کی قرآنی خدمات

ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی

'یہ مقالہ خلیق احمد نظامی، مرکز علوم القرآن، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے ایک سمینار منعقدہ ۴-۵/ مارچ ۲۰۲۰ء میں سنایا گیا تھا۔ حذف اور اضافہ کے بعد افادۂ عام کے لیے حیاتِ نو میں اسے شائع کیا جارہا ہے۔' (ادارہ)

جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ ۱۹۱۴ء میں ''مکتب اسلامیہ'' کے نام سے ایک خودرو تعلیم گاہ کی شکل میں تاریخ سے اپنا تانا بانا جوڑتا ہے۔ ۱۹۵۶ء تک یہ مکتب اسلامیہ، مدرسہ اسلامیہ یا مکتب امدادیہ کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ ۱۹۶۱ء تک درجہ ہفتم کا نصاب و نظام منظّم ہو چکا تھا۔ ۱۹۶۲ء میں اس کا نام تبدیل ہوکر جامعۃ الفلاح کردیا گیا اور عربی درجات میں تدریس قرآن کا باضابطہ نصاب و نظام مرتب کرلیا گیا۔ (۱) شمالی بھارت کا یہ ممتاز ادارہ بنیادی طور پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (و:۱۹۷۹ء) کی فکر: اقامت دین اور شہادت حق کی پشتیبانی کے لیے معرض وجود میں آیا ہے۔ (۲)

دوسری طرف تشکیل جامعہ میں علامہ حمید الدین فراہی (و:۱۹۳۱ء) کے شاگرد رشید مولانا اختر احسن اصلاحیؒ (و:۱۹۵۸ء) کے شاگردوں کی ایک کہکشاں ۶۲-۱۹۶۱ء میں بعض مخصوص حالات کی وجہ سے مدرسۃ الاصلاح سے سبک دوش کردی گئی، ان حضرات کو جامعۃ الفلاح نے اپنے آغوش میں جگہ دی اور انھیں اپنا محسن و معمار تصور کیا۔ (۳)

ابناء و بنات جامعۃ الفلاح کی دینی تربیت اور قرآنی و تدریس کا شرف جن اساتذہ کرام کو حاصل رہا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مولانا جلیل احسن ندویؒ (و: ۱۹۸۱ء)، مولانا شہباز احمد اصلاحیؒ (و:۲۰۰۲ء)، مولانا داؤد اکبر اصلاحیؒ

(و:۱۹۸۳ء)، مولانا ابوبکر اصلاحیؒ (و:۱۹۹۸ء)، مولانا عبدالحسیب اصلاحیؒ (و:۲۰۲۰ء)، مولانا محمد عنایت اللہ سبحانی حفظہ اللہ، مولانا نعیم الدین اصلاحی حفظہ اللہ، حافظ محمد احسان الحق حفظہ اللہ اور مولانا محمد اسماعیل فلاحی حفظہ اللہ۔

جامعۃ الفلاح کے ان اساتذہ علم تفسیر کے اندر علمی و تحقیقی اور اجتہادی شعور کافی بلند رہا ہے۔ ان اساتذہ نے ساڑھے چودہ سو سالہ قرآنی علوم کو طلبہ وطالبات کے اندر منتقل کرنے میں اپنی زندگیاں کھپا دیں۔ ان اساتذہ کی قرآنی سرگرمیوں اور مطالعات پر الگ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ کچھ منتشر چیزیں سامنے آئیں ہیں لیکن کوئی مبسوط کام اب تک نہیں ہو سکا ہے۔

سطور ذیل میں ابناء وبناتِ جامعۃ الفلاح کی قرآنی خدمات کو ذیل کے نکات میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی۔ ترجیح یہ ہے کہ خالص قرآنی مطالعات اور سرگرمیوں کو اس مقالے میں جگہ دی جائے۔ راقم کو احساس ہے کہ اس کا یہ مطالعہ مواد کی عدم دستیابی کی وجہ سے ابھی ادھورا ہے۔ اس مقالے میں عناوین ذیل کے تحت مواد یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

۱- فارغات جامعۃ الفلاح
۲- جمعیت الطلبہ کے غیر نصابی اعمال
۳- اقامتی زندگی میں مطالعات: قرآن فہمی کی عملی مشقیں۔
۴- حیات نو کے مطالعات ومباحث قرآنی
۵- ادارہ علمیہ کی قرآنی مطبوعات
۶- شعبہ تخصص فی القرآن
۷- شعبہ تحفیظ القرآن
۸- دروس قرآن کے حلقے
۹- قرآنی مذاکرے ومحاضرے/ کارگاہیں اور مسابقے
۱۰- فلاحی علماء کے مطالعات: ترجمہ وتحشیہ نگاری، تلخیصات اور مقالات وتصنیفات۔

۱- فارغات جامعۃ الفلاح

۱۹۷۸ء سے کلیۃ البنات، جامعۃ الفلاح میں قرآن مجید کی باضابطہ تدریس شروع کی گئی۔ ۱۹۸۲ء میں یہاں سے طالبات کا پہلا بیچ فارغ ہوا۔ ۲۰۲۰ء تک اس کے ۳۷ بیچ قرآن کی اعلیٰ تعلیم کے زیور سے مالا مال

ہو چکے ہیں۔ تین درجن سے زائد عالمیت اور فضیلت کی یہ فارغات ملک و بیرون ملک میں کلام الٰہی کے آفاقی پیغام کی تبلیغ و اشاعت میں مختلف جہتوں سے مصروف کار ہیں۔ مثلاً: درس وتدریس کے عمل سے جڑ کر خود کو شاد کام کرنے کے ساتھ زیر تعلیم وتربیت طالبات کے اندر بھی کلام الٰہی کا صحیح شعور پیدا کرتی ہیں۔ یہاں درس وتدریس کا انداز نہایت معیاری ہے، چنانچہ طالبات عربی عبارتوں کو خود اپنی لیاقت سے حل کرنے کا ملکہ اپنے اندر پیدا کر لیتی ہیں۔ فلاحی استانیاں درجات میں حل لغات یا پیچیدہ ومشکل عبارتوں کی تفہیم میں معاونت کرتی ہیں۔ کلیۃ البنات کے ابتدائی درجات میں تجوید وترتیل کا اہتمام ہے۔ چنانچہ ترتیل وتجوید کے ذوق کی آبیاری کی جاتی ہے تاکہ قرأت قرآن اور تلاوت کلام الٰہی کا پہلا حق ادا کیا جا سکے۔ اس ضمن میں شعبہ تحفیظ القرآن کا باضابطہ نظم قائم ہے۔

ابتدا میں مرد اساتذہ کلیۃ البنات کے اعلیٰ درجات میں تفسیر کی خدمات ادا کرتے تھے۔ بزرگ اساتذہ میں مولانا ابوبکر اصلاحیؒ جب تک صحت مند رہے، اس خدمت سے وابستہ رہے۔ مولانا نظام الدین اصلاحی حفظہ اللہ گزشتہ سال تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ فی زمانہ مولانا احسان الحق فلاحی حفظہ اللہ اس خدمت پر مامور ہیں۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ اب وہاں کی فارغات خود کفیل ہو چکی ہیں اور بزرگ مرد اساتذہ سے انھوں نے تدریس کا یہ بوجھ کسی حد تک اپنے کاندھوں پر لے لیا ہے۔ اس ضمن میں ساجدہ فلاحی، آسیہ فلاحی، نور الصباح فلاحی اور سلمیٰ فلاحی کے نام قابل ذکر ہیں۔ دیگر اداروں سے وابستہ ہو کر متعدد فلاحی فارغات تدریس قرآن کا فریضہ انجام دے رہی ہیں۔ مثلاً محترمہ فاطمہ جلیل صاحبہ ۱۹۹۶ء تا حال سراج العلوم کالج علی گڑھ میں قرآن، فقہ اور عربی ادب پڑھانے پر مامور ہیں۔ متعدد ریاستوں میں یہ خدمت فارغات انجام دے رہی ہیں۔ اس طرح کی معلومات کو یکجا کرنے کی ضرورت ہے۔

فارغات کی قرانی کتب اور مقالات

دیگر موضوعات کے علاوہ فارغات اپنی صلاحیتوں کو قرآنیات کے میدان میں بھی صیقل کرتی ہیں۔ چنانچہ زندگی نو، حجاب، حیات نو اور دعوت کے علاوہ انجمن طالبات قدیم کا مجلّہ ''ضوفگن'' میں متعدد فارغات کے قرآنی مقالات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ موضوعات کی ایک جھلک ملاحظہ کریں:

۱- سمیہ ریاض فلاحی: (۱) القرآن فی الشعر الاسلامی، (۲) حقوق المرأۃ الاقتصادیۃ فی الاسلام، (۳) رسالۃ الشرعیۃ الاسلامیہ و الحاجہ الی اعادۃ النظر فی الادب المعاصر، (۴) التمثیلات فی القرآن الکریم۔ یہ

مقالات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، شانتا پورم کیرالہ لکھنؤ اور سری نگر کے معیاری مجلّات کی زینت بن چکے ہیں۔

۲-(ا)عارفہ اسرو لی فلاحی۔حقیقت رجم، (۲)ام سلمیٰ فلاحی، قرآن ایک دستور حیات

۳-ساجدہ فلاحی، قرآن مجید اور ہماری عملی زندگی

۴-مقالات شگفتہ شاہین فلاحی۔(الف) عید قرباں ایک عظیم واقعہ، (ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام تحریک اسلامی کے علمبردار، (ج) مسلم خواتین کا پردہ اور مغربی طاقتوں کا ہدف، (د) عورت کا مقصد وجود، (ر) حقیقت قربانی اور آج کا مسلمان، (س) حیا عورت کا سب سے قیمتی زیور، (ش) عورت خاندانی نظام کا ایک اہم رکن۔

۵-مقالات نور الصباح فلاحی، الف: بندگان خدا میں دعوت کی حکمت عملی، ب۔قرآن کی اثر انگیزی، ج۔غیر مسلموں میں اثر ونفوذ کی راہیں۔(۴)

ان مقالات وکتب کی تیاری کا سبب سمیناروں میں شرکت بھی بنتے رہے ہیں۔مثلاً جامعۃ الفلاح میں ''تعلق بالقرآن کی اہمیت وتقاضے'' کے عنوان سے سہ روزہ قومی سمینار، منعقدہ یکم تا ۳/اپریل ۲۰۱۱ء میں فارغات کے جو مقالے شائع ہوئے وہ یہ ہیں:

(ا) قرآن پر عمل، (سمیہ رمضان کی تصنیف کی تلخیص)، از آسیہ فلاحی

(۲) قرآن کیوں پڑھیں؟ (پروفیسر عبد المغنی کی کتاب کی تلخیص)، از ساجدہ فلاحی

درج ذیل مقالات پیش ہوئے البتہ مجموعہ میں شامل نہیں ہوسکے:

۱-رجوع الی القرآن، از آسیہ فلاحی، ۲-قرآن مجید اور ہماری عملی زندگی، از شگفتہ اقرار، ۳-قرآن مجید کی سحر انگیزی، از نور الصباح فلاحی۔

اسلام کا عائلی نظام، انسانیت کے لیے رحمت کا پیغام، مجموعہ مقالات سمینار، دوروزہ قومی سمینار، جامعۃ الفلاح، منعقدہ ۵-۶/نومبر ۲۰۱۶ء میں فارغات کے یہ مقالات شامل اشاعت ہیں: ۱-اسلام کے عائلی نظام کی برکتیں (سلمیٰ سلامت اللہ فلاحی)، ۲-ہندوستان میں عائلی قوانین کا تحفظ اور خواتین کی ذمہ داریاں (آسیہ عبد الظاہر فلاحی)، ۳-حجاب اسلامی اور اس کی حکمتیں، اور ۴-خوشگوار ازدواجی زندگی کے اصول (ساجدہ ابواللیث فلاحی)۔

ادارہ علوم القرآن، علی گڑھ کی جانب سے منعقد کیے جانے والے چار قرآنی مسابقوں میں متعدد فارغات

نے شرکت کی اور تشجیعی وتوصیفی سند کی مستحق قرار پائیں۔ ۲۰۱۱ء میں ''قرآنی تعلیمات اور ہمارا رویہ'' کے زیر عنوان مسابقے میں عصر حاضر کے مسائل اور قرآنی تعلیمات کے عنوان سے عصمت بدر فلاحی، زینب فلاحی اور تمنا مبین فلاحی (ریسرچ اسکالر جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی) کو دوسرے انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔ عائشہ فلاحی نے بچوں کی نشو ونما قرآن وسنت کی روشنی میں، کے زیر عنوان مقالہ لکھا اور تشجیعی انعام حاصل کیا۔

فارغات کی دعوتی وتبلیغی جدوجہد

چوں کہ جامعۃ الفلاح اقامت دین کا داعی ہے۔ قرآن کی دعوت کو عام بندگان خدا تک پہنچانا اس کے قیام کا بنیادی مقصد ہے۔ کلیۃ البنات کا نصاب اسی فکر کو پروان چڑھاتا ہے۔ چنانچہ فارغات کی ایک معتدبہ تعداد جی آئی او اور جماعت اسلامی سے باضابطہ وابستہ ہو کر خدمت قرآن کا سرگرم فریضہ انجام دے رہی ہے۔ مثلاً محترمہ ساجدہ فلاحی، ناظمہ حلقہ خواتین، جماعت اسلامی ہند یوپی مشرق ہیں۔ محترمہ ساجدہ فلاحی، اصلاح معاشرہ کی مثالی کارکن ہیں۔ مزید تحریکی فارغات کی انڈیکس تیار کرنے کی ضرورت ہے۔

فارغات کی ایک بڑی تعداد اپنے اپنے مقام پر درس قرآن کے حلقے قائم کرتی ہے۔ اور موضوعاتی دروس اور کہیں از ابتدا تا انتہا قرآن ختم کرنے کا اہتمام ہوتا ہے۔ دروس قرآن کے یہ حلقے ملک کے طول وعرض کے علاوہ بیرونی ممالک میں دیگر مدارس کی فارغات کے ساتھ مل کر بھی قائم کیے جاتے ہیں۔ مثلاً قطر، دبئی، ریاض، مصر اور دیگر ممالک میں اصلاح معاشرہ کی خاطر یہ دروس کے حلقے قائم کیے جاتے ہیں۔ (۵)

خلاصہ یہ کہ جامعۃ الفلاح کی کوششوں کے طفیل متعدد کلیۃ البنات ملک کے طول وعرض میں قائم کیے جا چکے ہیں۔ جن میں فارغات جامعہ، پرنسپل کے عہدوں پر بھی فائز ہیں۔ ان مدارس میں قرآنی خدمات کی جہات وابعاد متعدد ومتنوع ہیں۔ غیر تدریسی مشاغل میں ہفتہ وار اجتماعات، وال میگزین، ماہنامے اور سالنامے نیز مسابقوں کے علاوہ تذکیری پروگرام کے ذریعہ رجوع الی القرآن کی تحریک میں کلیۃ البنات فعال کردار ادا کر رہا ہے۔

۲- جمعیت الطلبہ کے غیر نصابی اعمال

رجوع الی القرآن والسنہ کا داعی جامعۃ الفلاح اپنے زیر انصرام تمام شاخوں میں طلبہ وطالبات کے لیے ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو فروغ دینے کے لیے جمعیۃ الطلبہ/ الطالبات کا فورم فراہم کرتا ہے اور غیر تدریسی اعمال واشغال کے ذریعہ خدمت قرآن کی جوت ان کے اندر جگاتا ہے۔ مثلاً وال میگزین، وال اسٹیکرس،

طغرے، غیر مطبوعہ اور مطبوعہ رسائل ومیگزین، کارگاہیں، مذاکرے وسمپوزیم، توسیعی خطبے، جمعہ وعیدین کے لیے خطباء کی تیاری، لائبریری کلچر میں قرآنی رسائل وکتب کی فراہمی اور اجراء کتب کا اہتمام، اقامت صلوٰۃ اور بعد نماز تذکیروں کا اہتمام وغیرہ، وہ امور ہیں جو جمعیۃ الطلبہ سے براہ راست وابستہ ہیں۔ ان تمام کے اندر سکریٹری جمعیۃ الطلبہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ یہ تمام امور قرآن کی رہ نمائی میں انجام دیے جائیں۔ اس ضمن میں جمعیۃ الطلبہ کے سالانہ میگزین، سالانہ مسابقے، ہفتہ وار اعدادی / تربیتی اجتماعات اور سمینار کی تفصیلات کے ذریعہ خدمت قرآن کی ایک اچھی تاریخ تیار کی جاسکتی ہے۔ امید ہے جمعیۃ الطلبہ کے سکریٹری (قدیم وجدید) اور ان کی ٹیم اس جانب توجہ دے گی۔

عالمیت وفضیلت کے تحقیقی مقالات

طلبہ وطالبات کی غیر نصابی سرگرمیوں میں عالمیت وفضیلت کے اسناد کے لیے پیش کیے جانے والے لازمی تحقیقی مقالے (Dissertations) کا ذکر ضروری ہے۔ قرآن، حدیث اور فقہ کے بنیادی علوم ثلاثہ میں سے کسی فن پر طلبہ مقالات لکھتے ہیں۔ ایک مشرف کی نگرانی میں یہ مقالات تیار کرائے جاتے ہیں۔ یہ مقالے تقریباً پچاس صفحات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ترجیحی طور پر تفسیر اور اصول تفسیر کے مختلف موضوعات پر تقابلی، تنقیدی اور ایجابی مقالات طلبہ/ طالبات تحریر کرتے ہیں۔ کچھ طلبہ قصص القرآن، حروف مقطعات، امثال قرآن، مسئلہ نسخ قرآن، تاویل القرآن کے علاوہ جدید وقدیم مفسرین اور ان کی قرآنی تحریروں کا تقابلی مطالعہ بھی پیش کرتے ہیں۔ اس لازمی مقالے کی تیاری کے نتیجے میں عربی زبان میں تصنیف وتالیف کی صلاحیت طلبہ وطالبات کے اندر پروان چڑھتی ہے۔ تحقیقی مقالات لکھنے کے لیے تحقیقی منہاجیات (Research Methodology) کی اعلیٰ معلومات فراہم کی جاتی ہیں تاکہ طالب علم اپنی صلاحیتوں کو فراغت کے بعد علمی وتحقیقی کاموں میں بحسن وخوبی استعمال کرسکے۔ اس ضمن میں مولانا انیس احمد فلاحی مدنی نے ''مقالہ نگاری اور تحقیق کے رہنما اصول'' مختصر رسالہ تصنیف کرکے طلبہ کی رہ نمائی کی ہے۔ ریسرچ وتحقیق سے متعلق کتب اور مآخذ میں بالعموم آج عصری جامعات میں جس علمی قدر کا تذکرہ نہیں ہوتا وہ تقویٰ کی صفت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تحقیقات کی آبیاری میں سب سے اہم پہلو تقویٰ کے اصول کو برتنا ہے۔ اس قدر کی رعایت نہ کرنے کے نتیجے میں علمی سرقہ (Plagiarism) نے تحقیقی واجتہادی صلاحیت کو صدمہ پہنچایا ہے۔ جامعۃ الفلاح اپنے فارغین کو علمی وفنی تخلیقات میں صفت اِتقاء کو گوندھنے کی تلقین کرتا ہے۔

۳- اقامتی زندگی میں مطالعات: قرآن فہمی کی عملی مشقیں

جامعۃ الفلاح کی اقامتی زندگی کا یہ پہلو غالباً نادر و قابل اتباع ہے کہ شعبۂ اعلیٰ کے دارالاقامہ میں مختلف و متعدد قرآنی مجالس غیر رسمی طور پر سال بھر منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں سب سے مؤثر اور قابل ذکر طلبہ کی انفرادی مجلسیں ہوتی ہیں، جو سال بھر نماز فجر کے بعد حلِ عبارتِ قرآنی کے لیے مخصوص ہوتی ہیں۔ طالب علم کے سامنے المورِدْ، المُنْجِد، لِسَان العرب وغیرہ اہم عربی لغات موجود ہوتی ہیں۔ اور قرآن کا عربی متن اس کے سامنے ہوتا ہے۔ وہ اپنے نوٹ بک میں الفاظ قرآنی (جو حصہ قرآنی اس دن درجہ میں مطالعہ کیا جانا ہے) کے معانی، ان کی نحوی و صرفی تحلیل، اور مشکلات کے سامنے سوالیہ نشان لگاتا ہے۔ حل عبارت کا یہ دورانیہ عموماً پون اور ایک گھنٹے کا ہوتا ہے اس کے بعد صفوف (درجات) میں استاذ کی نگرانی میں ان الفاظ لغات کی متنوع الجہات معانی میں صحیح نتیجہ کا تعین ہوتا ہے۔ اور دیگر مشکلات حل کی جاتی ہیں۔ دوسری قرآنی مجالس عموماً عشاء کی نماز کے بعد منعقد ہوتی ہیں۔ یہ عموماً گروپ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ دورانِ امتحان میں ان مجالس میں مزید برقی رو کوند جاتی ہے اور ذہین وفطین طالب علم کی نگرانی میں یہ قرآنی محاضرات جو دراصل جگالی کا کام کرتے، غبی وفطین دونوں طرح کے طلبہ کی سیرابی کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ یہ اجتماعی مناقشے ومباحثے بالعموم مسجد یا کانفرنس ہال میں یا ہاسٹل کے کشادہ کمروں میں منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ ان اجتماعی حلقوں میں مجالس دروس قرآن جیسی یک طرفہ کیفیت کے بجائے دو طرفہ احتسابی، تنقیدی اور استدراکی ''پنجہ آزمائی'' اور خاموش جگالی کی گونج سنائی دیتی ہے۔ چنانچہ ذاتی مطالعہ پھر استاد کی نگرانی میں تہذیب وتسہیل، نیز دوبارہ ذاتی واجتماعی خواندگی کے سہ رخی مطالعاتِ قرآنی کے ذریعہ ایک فلاحی روحِ قرآنی، عطرِ قرآنی اور حکمتِ قرآنی کا سراغ لگا کر عملی زادِ راہ تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

۴- حیات نو کے مطالعات ومباحث قرآنی

فارغین کو قرآنی فکر سے جوڑنے اور انھیں ایک فکری لڑی میں پرونے کے لیے جامعۃ الفلاح کے ابناء قدیم نے جنوری-فروری ۱۹۷۸ء میں اپنا ترجمان بنام ''حیاتِ نو'' (اب ماہنامہ جریدہ حیاتِ نو، دہلی) جاری کیا۔ جو الحمدللہ اپنی اشاعت کے ۴۲ ویں سال میں داخل ہو چکا ہے۔ اسلامی ثقافت کے امین اور فکر اسلامی کے حرکی تصور کی نگرانی کرنے والا ماہنامہ (جو کبھی سہ ماہی بھی رہا) اپنی خاموش خدمت کے ذریعہ ابنائے قدیم کے قرآنی مقالات، فلاح کے احاطے میں جاری قرآنی مشاغل کی اشاعت، مذاکرے اور کارگاہوں کی روداد کے تحفظ، مسابقوں کے کوائف اور معروف قرآنی عالمی خبروں نیز قدیم وجدید مترجمین ومفسرین کی

خدمات سے اپنے قارئین کو باخبر کرنے میں سرگرم ہے۔ حیات نو میں شائع شدہ مقالات کا معتدبہ حصہ قرآنی افکار کی تعبیر وتشریح اور ترسیل وتوسیع کے لیے وقف ہے۔ اس کے اداریے عموماً قرآنی فکر کے غماز ہوتے ہیں۔ حیات نو میں شائع ہونے والے ہزاروں صفحات کے اندر خالص قرآنی مقالات کی تاریخ مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ اس پروجیکٹ کے ذریعہ معتبر مفسر اساتذہ جامعہ کے قرآنی بصائر، قدیم وجدید مفسرین کی قرآنی تگ وتاز، معاصر عہد میں جاری قرآنی تحقیقات، نیز فارغ فلاحی کی علمی وتحقیقی خدمات کی تاریخ مرتب کرنے میں آسانی ہوگی۔ آج علمی وتحقیقی دنیا میں زندہ ومرحومین کی علمی خدمات کی انڈکسنگ پر خطیر رقم خرچ کرکے اپنے علمی ورثے کے تحفظ کی فکر ہر خطے میں پائی جانے لگی ہے۔ امید ہے ابنائے قدیم بھی اس جانب ضرور توجہ دیں گے۔ اور سردست اس کا ایک اشاریہ تیار کریں گے۔ جنوری ۲۰۱۹ء تا مارچ ۲۰۲۰ء میں شائع شدہ قرآنی تحریروں کا ایک انڈیکس قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ اندازہ لگایا جاسکے کہ ماہ نامہ جریدہ حیات نو دہلی کے کل ۸۰ صفحات کے اندر ہر ماہ تفکر وتدبر اور بصائر وخدمات قرآنی پر مشتمل صفحات کی فیصدی کیا ہے؟

۱- جنوری ۲۰۱۹ء ۱۔ اردو تراجم قرآن پر ایک نظر قسط: ۳۷، ڈاکٹر محی الدین غازی، ۹-۱۵ (۳۶ قسطیں اس سے قبل شائع ہوچکی ہیں۔)

۲۔ افادات جلیل احسن ندوی، قسط: ۱۴، ظفر احمد اثری، ۱۵-۳۳ (۱۳ر قسطیں اس سے قبل شائع ہوچکی ہیں۔)

۲- فروری ۲۰۱۹ء، ۱- اردو تراجم قرآن پر ایک نظر، قسط: ۳۸، ۱-۶

۲- واقعہ طوفان نوح، محمد رضا/ ترجمہ: تنویر آفاقی ۱۲-۲۳

۳- مارچ ۲۰۱۹ء، ۱- افادات جلیل احسن اصلاحی، قسط: ۱۵، ۶-۱۳

۲- عدل اجتماعی کی قرآنی بنیادیں، ابوالاعلیٰ سید سبحانی، ۱۴-۲۶

اپریل ۲۰۱۹ء، ۱- اردو تراجم پر ایک نظر، قسط: ۳۵، ۹-۱۵

۲- حقوق انسانی اور اسلام، ڈاکٹر محمد اسامہ شعیب، ۱۶-۲۳

مئی ۲۰۱۹ء ، ۱- افادات جلیل احسن ندوی، قسط: ۱۶، ۶-۱۴

۲- انسانی سماج اور قرآن مجید، مروہ سبحانی فلاحی، ۲۲-۲۹

جون ۲۰۱۹ء، ۱- اردو تراجم قرآن پر ایک نظر، قسط: ۳۸، ۹-۱۴

۲- قرآن کی رہنمائی: مسائل کا حل، مولانا نسیم احمد غازی فلاحی، ۱۵-۱۸

۳- طریقۂ طلاق: قرآن وسنت کی روشنی میں، تمنا مبین اعظمی فلاحی، ۳۸-۴۷

۴-قرآن کا راستہ، اسماء عروج فلاحی، ۷-۱۱

جولائی ۲۰۱۹ء، ۱-اردو تراجم قرآن پر ایک نظر، قسط: ۳۹، ۱۲-۱۶

۲-جامعۃ الفلاح میں تدریس قرآن کا مثالی نصاب، ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی، ۱۷-۲۲

۳-عدل اجتماعی، ڈاکٹر محمد اسامہ شعیب فلاحی، ۲۹-۳۹

اکتوبر-نومبر ۲۰۱۹ء، ۱-قرآن کریم پر مستشرقین کے اعتراضات، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، ۹-۱۴

۲-قرآن اور مستشرقین، آسیہ خاتون، ۴۳-۴۶

۳-قرآن کے باب میں اہم مستشرقین کا تعارف، محمد انوار القمر، ۴۷-۵۴

۴-تفسیر اور علوم تفسیر پر مستشرقین کی تحقیقات، توثیق کلیم، ۵۵-۶۲

۵-تدوین قرآن اور مستشرقین، اسامہ احسن صدیقی، ۱۱۴-۱۱۸

دسمبر ۲۰۱۹ء افادات جلیل احسن ندوی، سورۂ انبیاء کا مطالعہ، ۷-۲۰

جنوری ۲۰۲۰ء، ۱-قرآنیات حمید الدین فراہی، مولانا انیس احمد فلاحی، مدنی، قسط اول، ۱۵-۲۲

۲-قرآن کریم کا قانون میراث، عبدالحی اثری، ۲۳-۲۶

۳-قرآن کریم کی اشاعت عہد بعہد، نسیم مجیدی فلاحی، ۲۷-۳۲

۴-قرآن کریم کے چند معروف وغیر معروف قاری، تنویر آفاقی، ۳۳-۴۲

فروری ۲۰۲۰ء، ۱-افادات جلیل احسن ندوی، سورۂ الحج کا مطالعہ، ۷-۱۴

۲-قرآنیات حمید الدین فراہی، قسط: دوم، ۱۵-۳۶

مارچ ۲۰۲۰ء، ۱-افادات جلیل احسن ندوی، سورۂ طٰہٰ کا مطالعہ، ۷-۲۷

۲-قرآنیات حمید الدین فراہی، آخری قسط، ۲۸-۳۶

یہاں پر اس خواہش کا اظہار برمحل معلوم ہوتا ہے کہ حیات نو میں شائع ہونے والے تحقیقی مقالات کو منتخب کر کے الگ سے شائع کرنے کا اہتمام بھی ہوتا کہ حیات نو کے یہ مقالات خود اس کے اپنے اداروں سے شائع ہو کر علم و تحقیق سے وابستہ افراد اور عوام الناس تک پہنچ سکیں۔

حواشی وتعلیقات

۱۔ جامعۃ الفلاح میں تدریس قرآن کی تفصیلات کے لیے رجوع کریں کتاب راقم، تاریخ جامعۃ الفلاح، ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح بلریا گنج، اعظم گڑھ، نومبر ۲۰۱۲ء، باب چہارم، فصل اول و دوم، نیز دیکھیں مدارس میں قرآن

کریم کی تدریس کا نصاب اور طریقہ کار (مجموعہ مقالات، مرتبہ: ڈاکٹر محمد مبین سلیم ندوی ازہری، خلیق احمد نظامی مرکز علوم القرآن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۲۰۱۸ء، میں شامل مقالہ راقم: جامعۃ الفلاح میں قرآن مجید کی تدریس اور طریقہ کار، نیز دیکھیں مقالہ راقم، جامعۃ الفلاح میں تدریس قرآن کا مثالی نصاب: چند خصائص، مشمولہ در مدارس اسلامیہ میں قرآن کریم کی تدریس کا مثالی نصاب، مجموعہ مقالات، مرتبہ: ڈاکٹر محمد مبین سلیم ندوی ازہری، خلیق احمد نظامی مرکز علوم القرآن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ص ص ۲۰۱۹ء، ۱۸۹-۲۰۰

۲۔ فکرِ اقامت دین کی وضاحت قرآن وسنت کی بنیادوں پر خود مفکر اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی نے بطور خاص تفہیم القرآن کی تمام جلدوں میں متعلقہ آیات کے ضمن میں شرح وبسط کے ساتھ کی ہے بطور مثال دیکھیں: اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ (الشوریٰ ۴۲:۱۳) تفہیم القرآن ۴/ ۴۸۶-۴۹۳) فکر مودودی کی توسیع میں متعدد تحریکی اصحاب فکر ونظر نے علمی وتحقیقی دائرہ المعارف تیار کرائے ہیں۔ مثلاً مولانا صدر الدین اصلاحی (و:۱۹۹۸ء)، مولانا امین احسن اصلاحی (و:۱۹۹۷ء)، اور مولانا سید احمد عروج قادری (و:۱۹۸۶ء) اور سید حامد علی (و:۱۹۹۳ء) مولانا عروج قادری کی کتاب ''اقامت دین فرض ہے''، اس موضوع پر عالمانہ اور بصیرت افروز ہے۔ اس کتاب میں دس قرآنی دلائل سے اقامت دین کی فرضیت کو ثابت کیا گیا اور فکر مودودی کو شاہ ولی اللہ، جلالین، ابن کثیر، امام رازی، امین احسن اصلاحی اور صدر الدین اصلاحی کی آراء سے مستحکم کیا گیا ہے۔

۳۔ اس ناخوشگوار واقعہ کے دیگر اسباب میں اہم سبب بقول مولانا نظام الدین اصلاحی مدظلہ العالی یہ تھا کہ یہ اساتذہ مولانا فراہی کے خیالات ونظریات سے کہیں زیادہ جماعت اسلامی کے افکار وآراء سے متاثر تھے۔ مولانا نظام الدین اصلاحی کو مؤرخہ ۱۵/ مارچ ۱۹۶۱ء کو مدرسۃ الاصلاح کی مجلس منتظمہ کی جانب سے سبک دوشی کا پروانہ دیا کیا گیا جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ مدرسۃ الاصلاح کی مجلس منتظمہ کی جانب سے سبک دوشی کا پروانہ عنایت کیا گیا جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ ان حضرات (ارکان جماعت) کی موجودگی میں مدرسہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے تعلیمی مقاصد کی تکمیل نہیں کر سکے گا۔ تذکرہ خط مملوکہ مولانا نظام الدین اصلاحی صاحب بحوالہ کتاب راقم، تاریخ جامعۃ الفلاح، ادارہ علمیہ، جامعۃ الفلاح ۲۰۱۲ء، ص ۸۰

۴۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: فارغات جامعۃ الفلاح کی خدمات، ترتیب وتدوین: آسیہ فلاحی، ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ، نومبر ۲۰۱۲ء ص ص ۲۹-۳۰

۵۔ تفصیل کے لیے رجوع کریں مقالہ نور الصباح فلاحی، فارغات کی قرآنی خدمات، مشمولہ در فارغات جامعۃ الفلاح کی خدمات، ادارہ علمیہ، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ، نومبر ۲۰۱۲ء، ص ۳۱

مطالعہ اور یادداشت بڑھانے کے طریقے

ابونبیل فلاحی

مطالعہ سے شعور بیدار اور پختہ ہوتا ہے۔علم میں اضافہ اور بالیدگی نصیب ہوتی ہے۔فکر ونظر میں وسعت اور کشادگی پیدا ہوتی ہے۔وسعت مطالعہ سے صلاحیت اور قابلیت میں اضافہ ہوتا ہے۔مختلف افکار ونظریات، ان کے اثرات،خوبیاں اور خامیاں سامنے آتی ہیں۔گونا گوں اور وسیع تجربات حاصل ہوتے ہیں۔

عام طور سے مطلق کسی چیز کے پڑھنے کو مطالعہ سمجھا جاتا ہے۔لیکن یہ اس کا ناقص مفہوم ہے۔کائنات کے اندر جتنی چیزیں پائی جاتی ہیں اس کو دیکھنا،ان کے بارے میں سوچنا اس کو سمجھنے کی کوشش کرنا،اس کا جائزہ لینا اور اس سے اپنی زندگی کے لیے عبرت ونصیحت حاصل کرنا مطالعہ کہلاتا ہے۔

مطالعہ کے اصول

مطالعہ کے مختلف اصول ہیں۔لوگ اپنے ذوق اور سہولت کے اعتبار سے مطالعہ کرتے ہیں۔مطالعہ کے کچھ رہنما اصول پیش کیے گئے ہیں:

۱۔سب سے پہلے اپنے ذہن میں مطالعہ کا مقصد متعین کرلیں۔اس کے بغیر مطالعہ سودمند نہیں ہوتا اور نہ اس کی قدر قیمت ہوتی ہے۔

۲۔ہر تحریر کو شک کی نظر سے دیکھیں،جب تک آثار وقرائن سے اس کی تصدیق نہ کرلیں۔

۳۔اپنے اندر مطالعہ کا داعیہ پیدا کریں۔کیوں کہ داعیہ جتنا قوی ہوگا اسی قدر مطالعہ کر پائیں گے۔

۴۔مطالعہ میں دماغ سے کام لینا چاہیے۔کیوں کہ جتنا دماغ سے کام لیں گے اتنا ہی دماغ کی قوت بڑھے گی اور یادداشت میں اضافہ ہوگا۔

۵۔اپنی جسمانی صحت کا خیال کریں اور اگر کوئی تکلیف ہو تو فوراً اس کے ازالہ کی فکر کریں،تاکہ آپ صحت اور انبساط کے ساتھ مطالعہ کرسکیں۔

۶۔مطالعہ سے پہلے روشنی اور بیٹھنے کی جگہ کا مناسب انتظام کر لیں۔

۷۔مطالعہ انتہائی یکسوئی اور سکون سے کریں۔شوروشغب سے بچیں۔کیوں کہ علم کا ایک خاصہ ہے:
لایعطیک بعضه حتی تعطیه کلک ."جب تک تم اپنا پورا وجود اس کے حوالے نہ کردو وہ اپنا تھوڑا حصہ بھی تم کو نہیں دے سکتا۔"

۸۔کتابوں کی تعیین میں اپ اساتذہ اور مربی حضرات سے رجوع کریں اور ان سے مشورہ کر کے ایک مختصر چارٹ بنالیں۔

۹۔کتابیں بہت ہیں اور وقت تھوڑا ہوتا ہے۔اس صورت حال میں پہلے اہم کتابوں کا مطالعہ کریں۔ بعض کتابوں کے صرف اہم حصہ کا ہی مطالعہ کریں اور غیر ضروری حصہ چھوڑ دیں۔

۱۰۔مطالعہ میں کتاب اللہ اور حدیث کو اولیت دیں۔ اس کے بعد فقہ، ادیان اور سیرت کو اہمیت دیں، پھر دینی لٹریچر اور آخر میں اخبار ورسائل کا مطالعہ کریں۔

۱۱۔مطالعہ ہمیشہ کشادہ ظرفی کے ساتھ کرنا چاہیے، ہر مکتب فکر کے جید علما، دانش وراور مفکرین کی تحریروں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔یہ نہیں کہ صرف کسی خاص مکتب فکر اور کسی خاص شخصیت کی کتابوں اور تحریروں کا مطالعہ کریں۔مطالعہ میں اس طرح کے تشدد سے اجتناب کریں۔

۱۲۔ایک جگہ جم کر مطالعہ کرنا چاہیے اور وقت کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

۱۳۔پورے دھیان اور توجہ سے مطالعہ کرنا چاہیے۔گھبراہٹ یا پریشانی کے وقت مطالعہ کرنا ٹھیک نہیں ہوتا۔

۱۴۔زیادہ دیر تک اور خوب دل جمعی کے ساتھ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیں۔مگر جب تھکان محسوس ہو تو مطالعہ ختم کر دیں یا کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جائیں۔

۱۵۔حاصل مطالعہ ہمیشہ محفوظ کر لینا چاہیے تاکہ بعد میں حسب موقع اور حسب ضرورت کام میں لایا جاسکے۔اس لیے ضروری ہے کہ ہر چیز یادداشت میں زیادہ دیر تک محفوظ نہیں رہتی ہے اور لکھ لینے کے بعد وہ محفوظ ہو جاتی ہے۔

یادداشت بڑھانے کے مفید طریقے

مطالعہ کے سلسلے میں اکثر یہ شکایت سننے میں آتی ہے کہ جو کچھ پڑھتے ہیں وہ ذہن میں محفوظ نہیں رہتا ہے،اس کو جلد بھول جاتے ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

سلطان حیدر علی کے متعلق مشہور ہے کسی محفل میں ہونے والی گفتگو اس کے حافظے میں اس طرح راسخ ہوجاتی تھی کہ وہی باتیں سال دو سال بعد بھی حرف بہ حرف دہرا سکتا تھا۔ اس قدر زبردست حافظہ رکھنے والے لوگ صدیوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں اوران کی تعداد بھی کم ہی ہوتی ہے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کا حافظہ قوی اور تیز ہو۔ ماہرِ ین نفسیات نے قوتِ حافظہ میں اضافہ کے لیے عملی طریقے بیان کیے ہیں:

یاد کرنے کا سبب

ہر چیز دماغ میں ٹھونسنے کی کوشش نہ کریں بلکہ جو کچھ آپ یاد کرنا چاہتے ہیں اسے ذہن میں رکھیے، اسے سوچیے کہ اس کو یاد کر کے آپ کس قسم کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ یہ سوچ و بچار آپ کے اندر اس چیز کو یاد کرنے کی حقیقی ضرورت اور خواہش پیدا کردے گی اور وہ چیز آپ بآسانی یاد رکھ سکتے ہیں۔

واضح اور گہرا تاثر

کسی بھی مضمون کو پورا ایک مرتبہ پڑھ لیں۔ پھر کتاب بند کر کے اس مضمون کا واضح اور گہرا تاثر لیں اور اپنے آپ سے سوالات کریں: آخر یہ مضمون کیوں لکھا گیا ہے؟ اس میں کیا خوبیاں اور خامیاں ہیں؟ اس سے عامۃ الناس کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ اس طرح سے جب آپ تنقیدی جائزہ لیں گے تو مضمون آپ کے دماغ میں اجاگر ہوجائے گا اور آپ اسے آسانی سے یاد رکھ سکیں گے۔

لفظ بہ لفظ ازبر نہ کریں

لفظ بہ لفظ یاد کرنے سے وقت ضائع ہوتا ہے اور حافظے میں بھی وہ چیز زیادہ عرصے تک نہیں رہ پاتی۔ الفاظ کی بھول بھلیوں میں نہ الجھیں بلکہ آگے ہی بڑھتے جائیں۔ کسیدانش ور کا کہنا ہے کہ الفاظ کے پیچھے مت بھاگو، بلکہ خیالات تلاش کرو، خیالات کی بھرمار ہوگئی تو الفاظ خود بخود بنتے چلے جائیں گے۔

بآواز مطالعہ

ابراہم لنکن کی یادداشت کا راز بآواز مطالعہ میں مخفی تھا، خاموش مطالعہ کے بجائے بلند آواز سے پڑھیں گے تو بصری و سمعی حسوں سے بیک وقت فائدہ اٹھا سکیں گے۔

سرخیاں لگائیے

مضمون یاد کرتے وقت اسے مختلف حصوں میں تقسیم کرلیں اور اپنے طور پر سرخیاں (Headings)

لگائیں اور اس کی مدد سے آپ پورے مضمون پر گرفت پالیں گے اور اسی کے سہارے اپنے خیالات کا اظہار کرسکیں گے۔

لغت کا استعمال

مطالعہ کرتے وقت لغت کا ہونا ضروری ہے۔ اس کے معنی اور استعمال دیکھیں، اور الفاظ کی اصلیت تک پہنچنے کی کوشش کریں تاکہ اچھے طرح ذہن نشین ہوجائے۔

دماغ کی تازگی

تھکے، بوجھل اور درماندہ دماغ میں کوئی چیز محفوظ نہیں رہ سکتی۔ پابندی وقت کی عادت ڈالیں اور پوری نیند لیں۔ مطالعہ کے لیے سب سے مناسب وقت صبح اور قیلولہ کے بعد کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت دماغ تازہ ہوتا ہے اور مطالعہ میں بھی دل لگتا ہے۔

جسمانی صحت

مثل مشہور ہے کہ صحت مند جسم میں صحت مند دماغ پرورش پاسکتا ہے۔ اگر آپ تندرست ہیں تو صحیح معنوں میں مطالعہ کر پائیں گے، ورنہ مطالعہ میں دل نہیں لگے گا۔

معاصی سے اجتناب

یادداشت کے سلسلے میں سب سے اہم اور آخری بات یہ ہے کہ اپنے آپ کو معاصی سے بچائیں۔ معاصی میں معصیت خدا و رسول کے ساتھ ساتھ اساتذہ، والدین اور بزرگوں کی نافرمانی بھی شامل ہے۔ امام شافعیؒ جیسے قوی الحافظہ شخص کو یادداشت نہ رہنے کی شکایت ہے۔ آپ نے اپنے استاد امام وکیعؒ سے اس کے سلسلے میں دریافت کیا۔ مختصر یوں کہا:

شکوت الیٰ وکیع سوء حفظی
فأوصانی الی ترک المعاصی
فان العلم نور من الٰھی
ونور اللّٰہ لا یعطی لعاصی

''میں نے امام وکیع سے اپنے حافظہ کی کم زوری کی شکایت کی، استاد نے نصیحت فرمائی کہ معاصی سے باز آجاؤ۔ اس لیے کہ علم خدا کا نور ہے اور خدا کا نور کسی گناہ گار کو نہیں ملا کرتا۔''

معلوم ہوا کہ قوت حافظہ کا انحصار آدمی کے سیرت وکردار کی پختگی پر ہے۔ اس لیے ہر طالب علم کو معاصی سے اجتناب کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو پاکیزہ اور صاف ستھرا طبیعت کا مالک بنانا چاہیے، تاکہ خدا کا نور ان کے دلوں میں جگہ پاسکے۔

یہ چند امور تھے جو پہلی نظر میں بہت زیادہ زحمت بے سبب اور ناممکن لگتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان میں الگ سے اہتمام کسی چیز کے لیے نہیں کرنا، بس دل کی آمادگی ہو، صحت ہو اور کتاب ہو تو باقی چیزیں بھی مہیا ہیں اور نہ پڑھنے والے کے لیے کوئی ایک بہانہ/عذر ہی کافی ہے۔

وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ وَهۡنًا عَلٰى وَهۡنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىۡ عَامَيۡنِ اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ وَلِـوَالِدَيۡكَ اِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ. (لقمان:۱۴)

''اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اسی لیے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا۔ میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔''

بھارت کا بدلتا منظرنامہ

(۱۸۵۷ءتا۲۰۲۰ءکامختصرسفر)

برہان احمد صدیقی

یہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کی صبح تھی، ابھی دہلی کے باشندے نیند سے بیدار بھی نہیں ہوئے تھے، انقلابی فوج کا دستہ جمنا ندی عبور کرکے دہلی میں داخل ہوا، اور بہادر شاہ ظفر سے ملاقات کی، ہندوستان کے اس آخری بادشاہ نے ان کی قیادت قبول کی، جبکہ اس انقلابی فوج میں آخری پیشواں باجی راو ثانی کے بیٹے نانا صاحب، جھانسی کی رانی لکشمی بائی، بیگم حضرت محل بھی تھے اور یوں پہلی بار ملک کے باشندے جن میں تمام مذاہب وسماج کے لوگ تھے، ایک ملک کے لیے انگریز حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سے پہلے راجا مہاراجا اپنی اپنی سلطنت کی خاطر جنگ کرتے تھے، مسلم بادشاہ کی فوج میں ہندو بھی ہوتے تھے اور ہندووں بادشاہوں کی صف میں مسلم فوج بھی نظر آتی تھی۔ ۱۷۶۷ء میں میسور کے حیدر علی کے خلاف جنگ میں نظام اور مراٹھا، ایسٹ انڈیا کے حلیف تھے۔ پھر ۱۷۷۵ء میں مراٹھا اور ایسٹ انڈیا کمپنی ایک دوسرے سے جنگ کر رہے تھے، مراٹھا سامراج اپنی حکومت کو بڑھانے کی خاطر چھوٹے بڑے مہاراجاؤں سے جنگ کرتا، ان پر "Chauth" (سالانہ آمدنی کا ۲۵ فیصدی ٹیکس) لگا کر اگلی سلطنت کو اپنے سامراج کے زیر انصرام کرنے میں لگ جاتا، اس کی یہ جنگ صرف مغلیہ سلطنت سے، یا ٹیپو سلطان ہی سے نہیں تھی، بلکہ ہندو راجہ مہاراج سے بھی اس کی جنگیں ہوتی تھیں، مغلیہ سلطنت بھی حکومت کو بڑھانے میں لگی ہوئی تھی، مدمقابل ان کے مسلم باشاہ بھی تھے، اور راج پوتوں سے ان کے معاہدوں کے چرچے بھی تھے۔

یہی وجہ ہے کہ ہندستانی تاریخ کے معتبر مؤرخین تاریخ کو تین ادوار میں تقسیم کرتے ہیں: (۱) ہندوستان کی قدیم تاریخ (۲) ہندوستان کی تاریخ وسطیٰ (۳) ہندوستان کی تاریخ جدید۔ جس میں بادشاہ ان کے مذہب اور شناخت کی وجہ سے قابل تعریف قرار نہیں پاتے ہیں، اور نہ ہی اپنے مذہب کی وجہ سے اہل قلم کے عتاب کا

شکار ہوتے ہیں، بلکہ ان کے زمانے میں ہونے والی ترقی اور سماجی فلاح و بہبود کے لیے اٹھائے گئے اقدام ہی ان کی تعریف اور تنقید کی وجہ بنتے ہیں۔

ان کے درمیان ایسٹ انڈیا کمپنی نے تجارت سے لے کر اقتدار کی کرسی تک کا سفر طے کرنے کے لیے ہندوستانی باشندوں پر ''ظلم'' اور انھیں آپس میں لڑانے کی راہ اختیار کی، جس میں انھیں کافی حد تک کامیابی بھی ملی۔ ان کے ظلم کی کارروائیاں اتنی دل خراش تھیں کہ ''The Story of Civilization'' کا مصنف Will Durant مختلف ممالک کا سفر کرتا ہوا جب ہندوستان پہونچا اور برٹش حکمرانوں کا ظلم دیکھا تو آب دیدہ ہو گیا۔ اور پھر اس نے برٹش کے ظلم و بربریت کو اجاگر کرنے کے لیے ''The Case For India'' نامی ایک مختصر کتاب لکھی۔

جہاں زمینی سطح پر برٹش سیاست داں سرزمین ہند کے ہم وطنوں کو آپس میں لڑانے کے لیے ہر طرح کی سازش چل رہے تھے، وہی ان کا اہل قلم طبقہ بھی میدان عمل میں سرگرم تھا، بلکہ ہندوستان کے ہم وطنوں کے درمیان نفرتوں کو ہمیشہ جاری رکھنے، اور ان کے درمیان پھوٹ ڈالے رکھنے کے لیے انھوں نے اٹھارویں صدی ہی میں قلمی مواد فراہم کرنا شروع کر دیا تھا۔ تاکہ ذہن سازی اور چال بازی میں آسانی ہو اور دور رس نتائج مل سکے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ سب سے پہلے جس مصنف نے یہ کام کیا وہ اپنی تحریر سے قبل کبھی ہندوستان آیا بھی نہیں تھا، اور اس کی کتاب آتے ہی برٹش کی نوازشوں کا ایسا حق دار ہوا کہ گمنامی سے نکل کر مختلف اہم مناصب پر بھی فائز رہا۔ یہ مصنف James Mill تھا جس نے ۱۸۱۷ء میں "The History Of Brithish India" نامی کتاب لکھی۔ جیمس مِل نے ہندوستان کی تاریخ کو تین ادوار میں اس طرح تقسیم کیا: (۱) ہندوؤں کا دور (۲) مسلمانوں کا دور (۳) انگریزوں کا دور۔

اس طرح کی تقسیم جیمس سے پہلے کسی نے نہیں کی، وہ برٹش کا پہلا مورخ تھا، جس نے ہندوستان کی تاریخ کو مذہب کی بنیاد پر تقسیم کیا، جو کہ تعصب اور فتنہ پروری کے مقصد سے کی گئی تھی۔ یہ تقسیم ہندوستان کے ملے جلے سماج کو ایک دوسرے کے خلاف کھڑا کرتی تھی۔ اور برٹش سامراج کے ظلم اور لوٹ کھسوٹ پر پردہ ڈالتی تھی۔ جہاں برٹش دور کی زیادتیوں کو اس نے یہ کہہ کر سند جواز فراہم کرنے کی کوشش کی کہ ہندوستان کے رہنے والے نظم اور ڈسپلن سے نہ واقف تھے اور انھیں نظم کا پابند بنانے کے لیے سختیوں کی ضرورت تھی۔ وہی اس نے مسلم بادشاہوں کے خلاف زہر فشانی کرنے کے لیے ''مسلم دور'' کی تقسیم کی اور یہ دعویٰ کیا کہ اس دور میں ہندو

اپنے مذہب کی وجہ سے ستائے اور پریشان کیے جاتے تھے اور ظلم کا شکار ہوتے تھے۔

ہندوستان کے ہوش مند، حالات سے واقف مفکرین اور مصنفین نے برٹش کی ان افترا پردازیوں کی اسی وقت مخالفت کی، اور عوام کی رہ نمائی کا بیڑا اٹھایا۔prof. J.v. Naik لکھتے ہیں: ''معروف مفکر بھاسکر پانڈورنگ ٹرکھادکر برٹش کے غلط نظریات کو اجاگر کرنے کے لیے برابر لکھتے رہے، جولائی تا اکتوبر ۱۸۴۱ء Bombay Gazett میں آپ کے مضامین برابر شائع ہوئے، اسی طرح بھاؤ مہاجن، رام کرشنا وشوا ناتھ اور دیگر صاحب قلم اپنے تجزیوں اور سخت تنقیدوں کے ذریعے کالونیل رائٹرس اور برٹش کے ہم نوا اہل قلم وزبان کا بھرپور جواب دیتے رہے۔

اس وقت کی عوام بھی انگریزوں کے ان پروپیگنڈوں کو خوب سمجھتی تھی، اسی لیے، انقلابی فوج جن کو بہار سے کنور سنگھ، کانپور سے آخری پیشواں باجی راؤ ثانی کے منہ بولے بیٹے نانا صاحب، فیض آباد کے مولوی احمد شاہ، جھانسی کی رانی لکشمی بائی، بیگم حضرت محل، اور لکھنو کے نواب برجیس قادر کا تعاون اور سربراہی حاصل تھی، ہندوستان کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف نکل آئے تھے۔ ان کا اس طرح مل جھل کر، کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہونا، انگریزوں کو ایک نظر نہیں بھایا، انھوں نے ان کے دلوں میں دراڑ ڈالنے کے لیے اور نفرتوں کی فضا عام کرنے کے لیے، بہت پاپڑ بیلے تھے۔ اس اتحاد کو دیکھ کر آج وہ خود کو ناکام محسوس کررہے تھے، انھیں اپنی ساری چالیں اوندھی نظر آرہی تھیں، سارے پروپیگنڈے پھس پھسے لگ رہے تھے، اس لی طیش میں آکر Colin Campbell کی کمانڈ میں انگریزوں نے اپنی ساری طاقت اس انقلاب کو ختم کرنے کے لیے لگادی تھی۔

گرچہ اس جنگ میں انگریز فتح یاب ہوئے، لیکن ہندوستانیوں کی سمت کا تعین ہوگیا، انگریزوں سے آزادی عام ہندوستانیوں کا مقصد بن گیا۔ انگریز حکومت، انگریز نظریات، انگریز کی طرف سے بتائی ہوئی تاریخ ہر چیز کا ہندوستانیوں نے سرے سے انکار کردیا۔ نہ جلیاں والا باغ کا دہشت ناک منظر، نہ تخت دار سے لٹکے شہیدوں کا سفاکانہ قتل اس جذبے کو ختم کرسکا۔ جنگ آزادی میں شامل ہر شخص کے ذہن میں اپنے ملک کا ایک خوبصورت منظر نامہ تھا، ان کے خوابوں کا ہندوستان تھا، ایک ایسا ملک جس میں مذہبی آزادی ہو، رنگ و نسل، ذات پات سے پاک معاشرہ ہو، مساوات ہو، تعلیم ہو، معاشی خوشحالی ہو، محبت ہو، سماج نفرت و عداوت سے پاک ہو۔

البتہ انگریزوں نے نفرت کے جو بیج بوئے تھے، ان کی جڑیں بہت گہری تھی، آج بھی متشدد افکار کے حامل وہیں سایا تلاش کرتے ہیں، اپنے مفاد حاصل کرنے، حکومت پر اپنی گرفت مضبوط کرنے، اپنے ہم نواؤں کو معاشی فائدے پہونچانے، خود کو ہندو سماج کا محافظ بتانے اور اپنے اثر رسوخ کو پھیلانے کے لیے برٹش کی سوچ سوچتے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چل پڑے ہیں۔ اب وہ وہی سُر الاپ رہے ہیں، جس کے تانے بانے برٹش رائٹر جیمس مل نے بنے تھے، اور دیگر کالونیل مصنفین نے جسے خوب خوب نشر کیا تھا۔ اور جسے اُس وقت کے ہندو مسلم اتحاد نے بیک وقت اپنے قدموں تلے روند دیا تھا، اور اسے اکھاڑ پھینکنے کے لیے ہر طرح کی قربانیاں دی تھی۔

مسلم مخالف ماحول بنانے کے لیے موجودہ مسلمانوں پر انگلی اٹھانے سے اتنا خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ہندوستان کی تعمیر میں ان کی خدمات عیاں ہیں، سماج میں ان کے تعلقات ہم وطنوں سے خوش گوار ہیں، ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے، تجارت بھی ایک دوسرے سے جڑی ہے، رفاہی کاموں میں بھی مسلم نظر آتے ہیں، ہندوستان کی فوج میں بھی فخر سے خدمات انجام دے رہے ہیں، اس لیے مسلم سے نفرت بڑھانے کے لیے ضروری ہوا کہ ایسے وقت کی بات کی جائے جو گزر گیا، جس کا مشاہدہ ممکن نہیں سوائے جو اہل قلم نقشہ کھینچ دیں، اہل زبان جو باور کرادیں، چیخ چیخ کر یہ کہا جارہا ہے کہ مسلم حکمرانوں نے ہندؤوں پر ان کے مذہب کے نام پر ان پر بہت ظلم کیا، جبراً ان کا مذہب تبدیل کرایا گیا، اور تاریخ کو پروپیگنڈے کے غلاف میں اس طرح لپیٹ کر پیش کیا جارہا ہے کہ دن بدن نفرتوں کے جھونکے تیز تر ہوتے جارہے ہیں، سماج میں نفرت کا ماحول بڑھ رہا ہے، ایک ہی سرزمین پر رہنے والوں، اور ایک ہی معاشرے کے لوگو کے دلوں میں دوریاں پیدا ہورہی ہیں۔

گجراتی شاعر انل جوشی جنھیں ۱۹۹۰ء میں ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا تھا، کہتے ہیں: ’’فضا نفرتوں سے اس قدر بھر دی گئی ہے کہ سانس لینا دشوار ہو جائے‘‘۔ کشمیری رائٹر غلام نبی خیال کہتے ہیں: ’’جو حالات ہندوستان کے چل رہے ہیں، انھیں دیکھ کر بہت تکلیف ہوتی ہے‘‘۔ (From national culture to cultural nationalism by Sadanand Menon)

یاد رہنا چاہیے کہ ہندوستان کی فوج جو برٹش حکومت کے لیے کام کرتی تھی، ان کی بغاوت کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے " India's Struggle For Independence " کے مشترک مصنف مؤرخ بپن چندرا لکھتے ہیں: "It is well known that in these days all the

English have entertained these evil designs-- first, to destroy the religion of the whole Hindustani Army, and then to make the people by compulsion Christians."(سب جانتے ہیں کہ ان دنوں ہر برٹش کا پسندیدہ لائحہ عمل یہ تھا کہ پہلے ہندوستانی فوج کا مذہب ختم کر دیا جائے پھر انھیں جبراً کرسچن بنا دیا جائے۔)

مسلم سامراج میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ ہندوؤں نے جبراً مسلم بنائے جانے کے خلاف بغاوت کی ہو، یا جنگ چھیڑی ہو۔اس وقت مذہب پر صرف عمل کی ہی نہیں بلکہ اپنے مذہب کی نشر واشاعت کی بھی آزادی تھی۔مغلیہ سلطنت کے احوال اور مذہبی آزادی کے بارے میں "On nationalism" میں ماہر تاریخ داں رمیلا تھاپر لکھتی ہیں: ''پیر، سنت،صوفی اور مبلغین قرون وسطیٰ میں آزادی کے ساتھ گھوم گھوم کر اپنے نظریات کی تبلیغ کرتے تھے،بعض دفع وہ اپنا مٹھ اور آستانہ بنا لیتے تھے اور انک کے عقیدت مندان سے ملنے وہیں آیا کرتے،ان میں سے بعض کے ماننے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہوا کرتی تھی''۔

Hindu victimization یعنی مسلم سلطنت میں ہندو کو مظلوم و پریشان حال بتا کر پیش کرنے کے زہر آلود نظریے کو جس طرح آزادی سے پہلے کے ہندو سماج اور ہندوستان کے ہم وطنوں نے زمین پر دے مارا تھا اور اس جھوٹ کی پول کھول کر رکھ دی تھی ،اسی طرح آج کے انصاف پسند و روشن خیال مؤرخین اور مفکرین نے بھی اس بات کو قبول نہیں کیا، بلکہ Hindu Victimization کے نظریے پر خوب خوب تنقید کی اور اس پروپیگنڈے کی اصلیت کو بے نقاب کر دیا۔

Reflection On Indian Cultures As Heritage کی مصنفہ رمیلا تھاپر Nationalism And History میں اس موضوع پر مفصل گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''مغلیہ دربار نے ہندو مذہبی کتابوں کو سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کرانے کا باضابطہ نظم کیا تھا،اس میں مہابھارت کا ترجمہ قابل ذکر ہے۔اسی طرح بھگوت گیتا کو بھی باعزت مقام حاصل رہا، جس کی خاص وجہ یہ تھی کہ مغلیہ سلطنت کے دربار میں ایسے ہندو و مسلم عہدیداران تھے،جنھوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر دلچسپی سے یہ خدمات انجام دی''۔

قرون وسطیٰ کی تاریخ ہند،جس میں مسلم حکمرانوں کی سلطنت زیادہ پھیلی ہوئی تھی اور اس دور میں انھیں زیادہ طاقت اور اثر رسوخ حاصل رہا،اس دور میں ہندو مذہب کی آبیاری پر گفتگو کرتے ہوئے رمیلا تھاپر اسی

مضمون میں مزید لکھتی ہیں: ’’میرا اور سورداس کا بھجن، کبیر اور تکارام کی نظمیں، راماین کی کہانیاں سب اسی دور میں لکھی گئی اور پھلی پھولی۔‘‘

مذہبی سرگرمیوں کے علاوہ بھی مسلم حکمرانوں نے اپنے ہم وطنوں کی ہمت افزائی میں کوئی کمی نہیں کی۔ اس پر محترمہ آگے لکھتی ہیں: ’’ریاضیات سے لے کر ادبی ترقیات کے جو قابل فخر کام ہندو اسکالرز کے نام ہیں وہ کارنامے اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں‘‘۔ اپنی اس مدلل اور جامع گفتگو کے بعد محترمہ لکھتی ہیں: " For from being victimized, Hindu Culture flourished along with other Cultures in these centuries". (ظلم کا نشانہ بننا تو بہت دور، ہندو ثقافت ان صدیوں میں دیگر ثقافتوں کے ہم رکاب خوب پھلی پھولی۔)

جو لوگ مسلم دورِ حکمرانی میں، ہندوؤں پر ظلم کی بات کرتے ہیں، اگر حقیقت کے آئینے سے دیکھیں گے تو انھیں اپنی تاریخ میں دلت اور آدی واسیوں پر کیے گئے ظلم کی کربناک داستان نظر آئے گی، جو خود ہندو سماج کے ظلم کا شکار ہوتے رہے ہیں، بھلا اس سے بڑا ظلم کیا ہوسکتا ہے کہ ایک انسان کو اچھوت بنا دیا جائے، اس کا چھو لینا بھی نجس سمجھا جائے‘‘۔

حقیقت یہ ہے کہ قرون وسطیٰ میں ہندو مذہب تو دیگر مذاہب کے ساتھ سرزمین ہند میں خوشیاں منا رہا تھا اور آج بھی منا رہا ہے۔ البتہ ہندتوا، اول روز سے ہی پریشان تھا اور آج بھی خود کو پریشان ہی پاتا ہے۔ جہاں تک رہی مسلمانوں کی بات، وہ اپنی شناخت اور اپنے ایمان کے ساتھ خوش ہے، نہ کسی کو تکلیف دینا اسے پسند ہے نہ وہ خود پر کوئی زبردستی پسند کرتا ہے۔

ادب کا بدلتا منظر نامہ اور اسلامی ادیب کا کردار

ڈاکٹر ضیاء الرحمن فلاحی

ادب کا بدلتا منظر نامہ

انیسویں صدی کے آخری پانچ دہے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔اس عہد میں سیاست اور علم و ہنر میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔سائنسی،معاشی اور نفسیاتی علوم میں اتنی تبدیلیاں ہوئیں کہ دنیا ایک نئے قالب میں ڈھل گئی۔بیسویں صدی میں وقوع پذیر پہلی عالمی جنگ کے بعد تو ٹکنالوجی میں تیز رفتار اور حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ترقی کی اس دوڑ میں یورپ کافی آگے نکل گیا۔اس نے طاقت کے بل بوتے پر مشرق کے کم زور ملکوں کو اپنے استعماری عزائم کا نشانہ بنایا۔دہلی کی تیموری سلطنت کے خاتمے اور خلافتِ عثمانیہ کے زوال نے ملت اسلامیہ کے شیرازے کو منتشر کر کے ان علاقوں کو مغرب کی غاصب اقوام کے لیے لقمۂ تر بنالیا۔علوم وفنون کی ترقی کے ساتھ فکر و فلسفہ میں بھی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔شعر و ادب بھی نئے تصورات اور تجربات سے آشنا ہوئے۔مغرب کی سائنسی ترقیات کی چکا چوند نے اہل مشرق کی نگاہیں خیرہ کردیں اور وہ خیر و شر کی تمیز چھوڑ کر اندھی تقلید میں مبتلا ہوگئے۔پچھلی تین صدیوں میں مغرب نے اپنی مادی ترقی اور سیاسی برتری کی بہ دولت جہاں دنیا کو بہت کچھ دیا وہیں بہت کچھ اس سے چھین بھی لیا۔مسلمانوں کے زوال کے نتیجے میں جب دنیا اسلام کی روشن تعلیمات سے محروم ہوگئی تو علوم وفنون کی ترقیاں توازن اور انسانی قدروں سے خالی ہوگئیں۔نت نئی ایجادات واختراعات کی بہ دولت زندگی کی آسائشوں اور سہولیات میں بے تحاشا اضافہ ہوا لیکن انسانی زندگی کے مسائل کم ہونے کے بہ جائے بڑھتے ہی چلے گئے۔زمان و مکان کے فاصلے تو گھٹ گئے لیکن دلوں کی دوریاں بڑھتی چلی گئیں۔دنیا امن وسکون کا گہوارہ بننے کے بہ جائے اضطراب وخلفشار کی آماج گاہ بن گئی۔آج دنیا کا جو ملک جتنا زیادہ ترقی یافتہ ہے،وہ اتنا ہی ظلم،جبر،استحصال اور قتل وغارت گری میں ملوث ہے۔معصوم انسانوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے اور ان کے خون سے ہولی منانے میں شاہی نظام

کے ٹھیکے دار اور جمہوری نظام کے علم بردار دونوں برابر ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ اور برّصغیر کے حالات انتہائی تشویش ناک ہوگئے ہیں۔ ایٹمی اور جدید مہلک ہتھیاروں کی ہوڑ کے سبب انسانی دنیا بارود کے ڈھیر پر کھڑی نظر آتی ہے۔ بقول اقبال:

وہ فکر گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اسی کی بے تاب بجلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ

یورپ میں مذہب اور سیاست کی کشمکش نے بالآخر سیاست کو مذہبی اور اخلاقی اقدار اور انسانیت سے عاری کر دیا۔ خدا، کائنات اور انسان کے بارے میں تصورات بدل گئے۔ ڈارون، کارل مارکس، فرائڈ اور میکاولی جیسے ملحدین کے نظریات نے مادہ پرستی، جنسی انارکی، وطنی وقومی عصبیت اور ہر قسم کی ہوس ناکی اور قتل و غارت گری کو ہوا دی۔ دو عظیم جنگوں میں لاکھوں انسان قوم پرستی، اور نسل پرستی کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ سرمایہ داری اور اشتراکیت کی پچاس سالہ سرد جنگ اور سقوط ماسکو کے بعد گلوبلائزیشن کے نعرے کے ساتھ دنیا کی واحد سپر طاقت نے دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر مسلم ملکوں اور اسلامی تحریکات کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔ انسان، انسان کے لیے بھیڑیا بن گیا ہے۔ اس ''ترقی یافتہ'' دور میں گھر بار ہی نہیں زندہ انسان بھی جلائے جا رہے ہیں۔ بقول شاعر:

دیے جلانے کی رسمیں بہت پرانی ہیں
ہمارے دور میں انساں جلائے جاتے ہیں

پروفیسر احمد سجاد اس بھیانک صورت حال کے لیے عالمی ادب اور فن کو سب سے بڑا قصور وار ٹھہراتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''اس تشویش ناک صورت حال اور فکری کجروی کو عالمگیر بنانے میں سب سے بڑا ہاتھ عالمی ادب وفن کا رہا ہے، کیونکہ کسی فلسفہ، ازم یا پارٹی میں ظلم وبربریت اور بے حیائی و غارت گری کو حسین اور پرکشش بنانے کی وہ صلاحیت نہیں ہوتی جو ادب وفن میں ہوتی ہے۔'' (تنقید وتنقیح ،ص:۲)

انیسویں صدی کے اواخر تک مواد اور ہیئت دونوں کے اعتبار سے دنیائے ادب میں مغربی تصورات کا تسلط قائم ہوگیا اور سرمایہ دارانہ نظام نے ادب اور زندگی کی بچی کھچی اخلاقی اور روحانی قدروں کو استحصالی و عیش

پرستانہ بنادیا۔ مغربی تصورات کی یہ لہر اردو ادب میں بھی پہنچی، جس کے نتیجے میں ہماری صدیوں کی مستحکم قدریں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئیں۔ جس کے ردعمل میں بیسویں صدی کے اوائل میں ترقی پسند ادبی تحریک نمودار ہوئی۔ ترقی پسندوں نے اشتراکیت کو اپنے گلے کا ہار بنا کر چیخ وپکار اور نعرہ بازی کے ساتھ مذہب اور اخلاق کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ اس کے ردعمل کے طور پر ادب کو زندگی ہی سے بے دخل کر دینے والا ایک دوسرا انتہا پسندانہ رجحان ''جدیدیت'' کے نام سے ابھرا، جس نے جلد ہی مابعد جدیدیت، ساختیات اور پس ساختیات کا روپ دھار لیا۔ یہ سارے نظریات ورجحانات غیر فطری، غیر متوازن اور افراط وتفریط کا شکار ہونے کے سبب اِجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡاَرۡضِ مَا لَهَا مِنۡ قَرَارٍ کے مصداق اپنی موت آپ مر چکے ہیں۔ تاریکیوں میں بھٹکتے ہوئے ادبی کارواں کو اب راہ راست دکھانے کی ذمے داری، ادب اسلامی کے علم برداروں اور پاسبانوں کی ہے۔ کیوں کہ فطرت انسانی اور ہدایتِ ربانی سے بے نیاز ان رجحانات نے ادب میں جو عدم توازن پیدا کر دیا ہے، اس کو دور کر کے تعمیر وتزئین حیات کی راہ پر گامزن کرنے کا کام اگر کوئی تصور کر سکتا ہے تو وہ ادب کا یہی قرآنی تصور ہے۔

اسلامی ادب کا پس منظر

تمام آسمانی کتابیں ادب کا شاہ کار ہیں اور قرآن تو ادب کا ایک زندۂ جاوید معجزہ ہے۔ اسلام نے ہر زمانے میں ادب کی طاقت کو اپنا پیغام سنانے اور حق کو باطل پر غالب کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ اسلامی ادب ایک ایسا سدا بہار گلشن ہے جس پر زمانے کی نیرنگیوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اس کی فکری بنیادیں مضبوط اور محکم ہیں۔ یہ صالح انسانی فطرت کی پکار اور اس سے ہم آہنگ ہے۔ اس کے اصول لافانی اور اس کا نغمہ سرمدی ہے۔ کیوں کہ یہ جن انسانی واخلاقی اقدار کا حامل ہے، وہ انسانوں کے بنائے ہوئے نہیں بلکہ انسانوں کو بنانے والی اور اس کی فطرت سے واقفیت رکھنے والی ہستی کے عطا کردہ ہیں۔ البتہ ادب اسلامی کو بحیثیت ایک اصطلاح کے طور پر متعارف کرانے کا سہرا تحریک ادب اسلامی کے سر پر ہے۔ برصغیر میں اس تحریک کا باضابطہ آغاز تقسیم ملک کے بعد ہندو پاک میں بیک وقت ہوا لیکن ادبی تخلیقات میں فکر وفلسفہ کو رہ نما بنانے کا تصور علامہ اقبال کی زندگی ہی میں منظر عام پر آ چکا تھا۔ ڈاکٹر سید عبدالباریؒ اس سلسلے میں علامہ اقبال کے پیغام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''علامہ اقبال نے اہل قلم کو پیغام دیا کہ وہ ادب برائے ادب اور فن برائے تفریح طبع کو خیر باد

کہہ کر ادب کو فکر صالح کے فروغ اور انسانی زندگی میں ایک انقلاب برپا کرنے کا وسیلہ بنائیں۔انھوں نے عالمی ادب کے ممتاز اہل قلم کے حوالے سے یہ واضح کیا کہ ادب محض دل بہلانے کا یا دل کے پھپھولے پھوڑنے کا ذریعہ نہیں ہے۔'' (اسلام اور فنون لطیفہ: ۸)

اقبال کہتے ہیں:

شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ باد سحر کیا
اہل زمیں کو نسخۂ زندگی دوام ہے
خون جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخنوری

ادب اسلامی سے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ

اسلامی ادب کی اصطلاح سے بعض لوگوں کو کچھ غلط فہمیاں اور بدگمانیاں بھی ہوئی ہیں۔ان کو اندیشہ ہے کہ ادب کو اسلام کے ساتھ یا اسلام کو ادب کے ساتھ جوڑنے سے اس کی آفاقیت گم ہو جائے گی اور پھر ردعمل کے طور پر مسیحی ادب، وہابی ادب، سنی ادب، بریلوی ادب کی تقسیم بھی لازمی ہوگی۔ دراصل اس غلط فہمی کی بنیاد مذہب کا وہ جامد اور انتہائی محدود تصور ہے جو یورپ کے مخصوص حالات کی پیداوار ہے، جس کے اثرات بد سے مسلمان بھی محفوظ نہیں رہ سکے۔اس غلط فہمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نعیم صدیقی رقم طراز ہیں:

> ''یہ غلط فہمیاں محض اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں کہ اس اسلام کو نہیں سمجھا گیا جو ادب کے دیس میں شہرت کا دعویٰ کرتا ہے۔لوگوں کے سامنے اعضاء بریدہ اور مسخ شدہ اسلام ہے۔جو مسجدوں اور خانقاہوں میں محبوس پڑا ہے۔جس نے کبھی اجتماعی مسائل میں دلچسپی نہیں لی اور نہ کبھی شعر و ادب میں اپنا مقام تلاش کیا۔'' (ادب اسلامی، ص:۲۱)

اسلام تو اپنے ماننے والوں سے اُدخُلُوا فی السّلمِ کافّۃ کا مطالبہ کرتا ہے۔وہ اس کے افکار، خیالات، جذبات، میلانات اور تخلیقی عمل ہر ایک کو اپنے تابع کر لینا چاہتا ہے۔لہٰذا اسلام کا ایسا وسیع اور ہمہ گیر تصور رکھنے والے کے لیے ناممکن ہے کہ وہ جب کوئی ادب تخلیق کرنے بیٹھے تو اس نظریہ کو اپنے دل و دماغ سے نکال باہر کرے جس پر وہ ایمان رکھتا ہو۔ وہ کوئی ایسا ادب تخلیق کرے جو اسلام کے اثرات سے عاری ہو۔ جو مسلم ہے وہ ہر وقت اور ہر حال میں مسلم ہے۔اس کا اسلام اس سے کسی حال میں بھی جدا یا غیر مؤثر نہیں ہو سکتا۔

بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ دیگر مذاہب کی طرح اسلام بھی ذوق جمال کا دشمن ہے۔ لہٰذا اس جمال دشمنی کے ساتھ ادبی تخلیق کیسے ممکن ہے؟ اس ضمن میں نعیم صدیقی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس پہلو سے اسلام بہت مظلوم ہے۔ یہ نقطہ نظر ان لوگوں کا پیدا کردہ ہے جو اسلام کو ایک جامد خانقاہی اور رہبانی مذہب کا درجہ دے کر سوچتے ہیں۔ جب کہ اسلام ہمہ تن ایک درس جمال ہے۔ اس نے انسان کے ذوق جمال کو بڑی اہمیت دی ہے۔ وہ زندگی کے ہر گوشے میں جمال کی جلوہ گری دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ تو کہتا ہے کہ **اِنّ اللہَ جمیلٌ یحبّ الجمال** (بے شک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے) وہ انسان کے ظاہر کو ہی نہیں باطن کو بھی جمال سے آراستہ کرنا چاہتا ہے۔ البتہ ذوق جمال پر جو کچھ تحدیدات عائد کرتا ہے، اس کا مقصد انسانیت کو تعیش اور اندھی لذتیت سے محفوظ رکھنا ہے۔ لیکن جو لوگ کھلی چھوٹ کے عادی ہیں ان پر یہ موٹی موٹی پابندیاں بھی شاق گزرتی ہیں۔ بعض لوگوں کے اس خیال پر کہ ادب کو اسلام یا غیر اسلام سے بحث نہ ہونی چاہیے، اس ضمن میں مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں:

> ''ایک ایسا ادیب، جو اسلام کے پیش کردہ حقائق کو درست سمجھتا ہو، معاشرت، معاش، تمدن اور سیاست وغیرہ کے اسلامی اصولوں پر ایمان رکھتا ہو، وہ جب کبھی اپنی ادبی صلاحیتوں کو استعمال کرے گا تو بلا کسی ارادے اور کوشش کے وہ جو کچھ تخلیق کرے گا وہ اسلامی ادب ہوگا۔ اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ ادب کو اسلام اور غیر اسلام سے بحث نہ ہونی چاہیے، وہ دراصل دوسرے الفاظ میں یہ کہتا ہے کہ ادیب کو ضرور پیشہ ور ہونا چاہیے اور جس چیز کی بازار میں مانگ دیکھے اسے پیش کر دینا چاہیے۔ لیکن اگر وہ پیشہ ور ہونے کے بجائے مخلص ہونا چاہے تو وہ لامحالہ کافرانہ ادب کے بہ جائے اسلامی ادب کو جنم دے گا۔'' (ادب اسلامی:۶۰)

اسلامی ادیب کا کردار

آیئے، اب جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ ادب کے مذکورہ منظر نامہ میں اسلامی ادیب کا کردار کیا ہوتا ہے یا ہونا چاہیے:

☆ دراصل ادب میں اخلاقی خرابی یا خوبی کا منبع عموماً خود ادب نہیں ہوتا، بلکہ ادیب کا ارادہ و عمل ہوتا ہے، جو اس کے انتخاب مضمون اور اس کے مخصوص طرز میں مخفی ہوتا ہے۔ غالبًا اسی لیے قرآن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جاہلی شعراء کی مذموم شعر گوئی کے تذکرہ کے وقت ان کی شاعری کی مذمت کے بجائے خود شعراء کی مذمت کی۔ قرآن کے مطابق جاہلی شاعری کے خلاّق وہ لوگ ہیں، جو افّاک اثیم یعنی بدکار اور بہتان طراز

ہیں۔ان کے خیالات شیطانی القاء کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ظاہر ہے کہ بداخلاق اور پست کردار افراد کے ہاتھوں تعمیری اور صالح ادب کی تخلیق ممکن نہیں۔اسلامی ادب، دراصل ادیب کی شخصیت پر اسلامی تصور حقیقت اور اس کی عطا کردہ اقدار کا پرتو ہوتا ہے۔اسلامی ادب، ادیب کے داخل کا ترجمان ہو کر اس کو اعلیٰ فنی محاسن سے آراستہ ہونے کی صلاحیت بخشتا ہے۔پروفیسر نجات اللہ صدیقی رقم طراز ہیں:

> ''اعلیٰ ادب وہی ہے، جو ادیب کے اندرون سے غذا حاصل کرے۔نظریاتی ادب اسی وقت اعلیٰ ادب ہوسکتا ہے جب کہ نظریات، ادیب کے داخل میں جگہ بنا چکے ہوں، اس کے وجدان کی پکار بن چکے ہوں۔اور ان کے اپنے مشاہدہ و مطالعہ، تجربات اور غور و فکر نے ان کو پختگی بخشی ہو۔اگر اسلام ادیب کی شخصیت پر نہ چھا سکے، اس کے دل میں نہ جاگزیں ہو سکے اور اس کے اندرون کی دنیا میں عشق بن کر بالاتری اور ہمہ گیری نہ حاصل کر سکے تو ادب نظریاتی تفسیر اور سماجی منصوبوں سے لبریز ہونے کے باوجود گہرائی اور بصیرت، سوز اور درد اور جذب و کشش کی دولت سے محروم رہے گا، جو ادب کا جوہر ہے۔'' (اسلام اور فنون لطیفہ، ص:۶۳)

☆ اسلامی ادیب اپنی نظریاتی بنیادوں پر مضبوطی سے جما رہتا ہے، وہ جس فن پر بھی خامہ فرسائی کر رہا ہو، اپنے مقام اور حیثیت کو فراموش نہیں کرتا۔وہ جاہلی شاعروں کی طرح نہیں ہوتا، جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ **فی کل وادٍ یھیمون** یعنی اس طرز کے اہل فن ہمیشہ ذہنی آوارگی اور پریشاں خیالی کا شکار رہتے ہیں۔وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ان کا رخش شعر و ادب بے عناں ہوتا ہے۔

☆ اسلامی ادیب قول و فعل کے تضاد سے دور رہتا ہے۔اس کا ادب صداقت اور خلوص کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ کیونکہ جن کی زندگیاں اخلاقی فساد کا شکار ہوں، ان کے فنون سے تعمیری و اخلاقی ادب کی تخلیق نہیں ہوسکتی۔اس کی زندگی اور اس کے کردار میں مطابقت پائی جاتی ہے۔وہ کردار کا غازی ہوتا ہے، گفتار کا نہیں۔ قرآن جاہلی شاعروں کے بارے میں کہتا ہے کہ **وھم یقولون مالا یفعلون** :ان کے قول و فعل میں تضاد پایا جاتا ہے۔ان کی باتیں بڑی خوش نما ہوتی ہیں لیکن ان کے کرتوت ان کے بیان کردہ اصولوں کے خلاف ہوتے ہیں۔

پڑتا ہے زندگی کا اثر شعر پر حفیظؔ
کردار کی بھی فکر کرو شاعری کے ساتھ

☆ اسلامی ادب، ایک مثبت نظریہ اور مکمل نظام حیات کا حامل ادب ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے کہ اسلامی ادب ترقی پسند ادب یا اور کسی ادب کے مقابل کی حیثیت سے میدان میں آیا ہے۔ اس کا اپنا پروگرام، اس کے اپنے بتائے ہوئے اصول ہیں جس پر گامزن رہتے ہوئے اسلامی ادیب اپنا ادبی سفر جاری رکھتا ہے۔ وہ بلاوجہ دوسروں سے الجھتا نہیں ہے اور نہ دوسروں کو سب وشتم کا نشانہ بناتا ہے۔ وہ اپنے مخالف نظریات کے حامل حلقوں کی مثبت چیزوں کو بھی پوری فراخ دلی کے ساتھ سراہتا ہے۔ باطل نظریات پر سنجیدہ معیاری تنقید بھی اسی وقت کرتا ہے، جب وہ اس کی راہ میں مزاحم ہوں اور اس کی پیش قدمی کو روکنے کی کوشش کریں۔

☆اسلامی ادیب پیشہ ور بھی نہیں ہوتا۔ وہ ادب کو پیشہ کے طور پر نہیں اپناتا۔ اس کے سامنے ایک بلند نصب العین ہوتا ہے۔ وہ ادب کے ذریعہ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے فریضہ کو خوش اسلوبی سے ادا کرنا چاہتا ہے۔ وہ تمام غیر انسانی، غیر اخلاقی اور تہذیبی افکار وروایات کے خلاف قلمی جہاد میں مصروف رہتا ہے۔ وہ ان تمام خیالات، جذبات، کردار اور شخصیات کی تائید وحمایت کرتا ہے جو انسانیت کے حق میں نفع بخش ہیں۔ معاش کو ہدف بنا کر ادب پیدا کرنے کے بارے میں مولانا مودودیؒ رقم طراز ہیں:

> ’’معاش کے لیے کوئی ادب پیدا کرنا میرے نزدیک غلط ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ آدمی معاش کے لیے اینٹیں ڈھولے۔ ادب دماغوں کو ڈھالنے والی چیز ہے۔ یہ کام محض معاش کے لیے نہیں کیا جا سکتا۔‘‘ (ادب اسلامی، ص:۶۹)

☆اسلامی ادیب، جنسی مسائل کے بیان میں بھی اعتدال کی روش اپناتا ہے۔ وہ ملائیت کے طعنے سے خوف نہیں کھاتا۔ وہ نہ تو ان مسائل سے چشم پوشی کرتا ہے اور نہ ایسی تصویر کشی کرتا ہے، جس سے قاری کے اخلاق پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہوں۔ حقیقت پسندی اور حقیقت نگاری کے نام پر جنسی بے راہ روی کا جوں کا توں بیان، اسلامی ادیب کے کردار کے منافی ہے، کیوں کہ اس کا مقصد برائی کی عکاسی نہیں، بلکہ برائی کا استیصال ہے۔ اسلامی ادیب کی نظر ہمیشہ اپنے مقصد پر ہوتی ہے، کسی بھی برائی کی عکاسی اسی وقت اور اسی قدر ہونی چاہیے، جو اس کے مقصد سے ہم آہنگ ہو۔ ایسے تمام اسالیب جو آدمی کو اس کے اخلاقی مرتبے سے غافل کر کے نفسیات کی پستی میں دھکیل دیں اور جن کے ذریعے سفلی جذبات برانگیختہ ہوں، کسی بھی اسلامی ادیب کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتے۔

اسرار جامعی کی یاد میں

ڈاکٹر عمیر منظر

طنز و مزاح کے مشہور شاعر اسرار جامعی ۱۴/ اپریل ۲۰۲۰ء کی صبح دلی میں انتقال کر گئے ۔ بہت دنوں سے وہ صاحبِ فراش تھے۔ اسرار جامعی کا تعلق بہار کے شاہو بگہا (گیا) سے تھا، مگر ایک مدت سے انھوں نے دلی میں سکونت اختیار کر رکھی تھی ۔

اسرار جامعی نے جامعہ ملیہ اسلامیہ سے تعلیم حاصل کی تھی ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین، عابد حسین اور پروفیسر محمد مجیب ان کے اساتذہ میں شامل تھے جیسا کہ اسرار جامعی نے اپنے مجموعہ کلام شاعر کے انتساب میں لکھا ہے۔ شاعر اعظم ان کا پہلا مجموعہ کلام ہے جو 1996 میں شائع ہوا۔

اسرار جامعی کا اصل نام سید شاہ محمد اسرار الحق تھا۔ ابتدا میں انھوں نے شاعری میں شفیع الدین نیّر صاحب سے اصلاح لی۔ اس کے بعد رضا نقوی واہی کے حلقہ تلمّذ میں شامل ہو گئے ۔

اسرار جامعی اوکھلا سے پارلیمانی الیکشن میں ایک بار آزاد امیدوار بھی رہے، جس میں وہ جیت تو نہیں سکے مگر ان کی شاعری کا چرچا خوب رہا۔ اردو کے علاوہ انگریزی اور ہندی اخبارات میں ان کی شاعری اس زمانے میں تصویر کے ساتھ شائع ہوئی۔

اسرار جامعی بہت بے باک اور نڈر تھے۔ بہار سے لے کر دلی تک ان کی جرأت کے بے شمار واقعات اور قطعات ہیں، ٹاڈا قانون پر نظم کہی اور کانگریس کی افطار پارٹی میں اس وقت کے وزیر داخلہ ایس بی چوہان کے سامنے سر محفل نظم سنانی شروع کر دی اور اس وقت تک سناتے رہے جب تک نظم نہ ختم ہوئی، اگلے روز افطار پارٹی کی خبر کم اور اسرار جامعی کی نظم کی خبر با تصویر دلی کے تمام اخبارات میں شائع ہوئی، ایک شعر بہت نقل ہوا،

گر مونچھوں والا کوئی پکڑا ئے تو نہ پکڑو
گر داڑھی والا آیا ٹاڈا میں بند کر دو

وزیر داخلہ کو یہ ماننا پڑا کہ ٹاڈا کا غلط استعمال ہو رہا ہے، اس کی تفصیل دی نیشن اینڈ دی ورلڈ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ واضح رہے کہ اس وقت اس کے ایڈیٹر سید حامد صاحب تھے۔ اس کے علاوہ وی پی سنگھ،

راجیو گاندھی اور چندر شیکھر کے سامنے بھی بے خوف اور نڈر ہو کر اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

چٹنی اور پوسٹ مارٹم کے نام سے مزاحیہ صحافت ان کا ایک اہم کارنامہ ہے، شاعری اور نثر کے علاوہ کارٹون بھی مزاحیہ صحافت کا حصہ تھے۔ بروقت اور برمحل اشعار کہنے میں انھیں ید طولیٰ حاصل تھا۔ پروفیسر عبدالمغنی کی کتاب ''اقبال کا نظام فن'' کی تقریب اجرا میں علامہ اسرار جامعی کا ایک قطعہ کتاب سے زیادہ مشہور ہوا، اس تقریب میں پروفیسر عبدالمغنی کی جہاں دیگر ارباب ادب نے تعریف و توصیف کی تھی خود عبدالمغنی صاحب نے اس کتاب کے لیے اپنی تعریف کی تھی، اجرا کے بعد جب مشاعرہ شروع ہوا تو اسرار جامعی کے ایک قطعہ نے رسم اجرا کی پوری بساط ہی لپیٹ دی:

اک دن کہیں پہ شاعر مشرق ملے مجھے — دیکھا تو بدحواس و پریشان و پرمحن
پوچھا کہ خیریت تو ہے حضرت یہ حال کیا — بولے کہ مل گیا ہے اک استاد دفعتاً
اس دم عظیم آباد کی جانب رواں ہوں میں — جی چاہتا ہے سیکھ لوں اپنا نظام فن

وہ سراپا مزاح تھے اور اس کا موقع فراہم کرتے رہتے تھے، جب تک جامعہ ملیہ اسلامیہ کے اسٹور پر ڈاک خانہ رہا ان کا پتا سب کو یاد رہا۔''اسرار جامعی، پوسٹ بکس نمبر 1، جامعہ نگر، نئی دہلی۔''

ڈاک خانے کے ملازم ان کی ساری ڈاک آفس کے ایک کنارے لگا دیتے اور یہ خود پہنچ کر اٹھا لیتے، یہی اپنا پوسٹ بکس خود ہی تھے۔ گھر کے دروازے پر قلم اور کاغذ لٹکا رہتا۔ آپ جائیں اور اگر اسرار صاحب نہ ملیں (اکثر نہیں ملتے تھے) رقعہ چھوڑ دیں وہ تلاش کر کے آپ سے مل لیں گے۔ اس زمانے میں موبائل نہیں تھا مگر جامعی صاحب چلتا پھرتا موبائل تھے اور دن بھر ملاقاتیں کرتے رہتے تھے۔ یہ زمانہ کمپیوٹر کا نہیں بلکہ ٹائپ رائٹر کا تھا، اس زمانے میں اسپیڈ دیکھنے کے لیے طرح طرح کے جملہ لکھے رہتے تھے اور اس سے ٹائپنگ کی رفتار طے کی جاتی تھی، اسرار جامعی نے اپنی ذہانت سے ایک جملہ ایسا بنا دیا کہ اسے دور دور تک شہرت ملی۔

اُردو ٹائپنگ کوڈ کے الفاظ کی یہ تخلیق شاعر طنز و مزاح اسرار جامعی کی غضب کی ذہانت اور خلوص کی بڑی اچھی مثال ہے۔

اس جملے میں کل پچیس الفاظ ہیں۔ ایک منٹ میں ٹائپ کرنے والی کی اسپیڈ فی منٹ پچیس الفاظ کی ہوگی۔

تعارف وتبصرہ

نام کتاب :قرآنی حروفِ مقطعات (علمی وتحقیقی مطالعہ)

مصنف :ذکی الرحمٰن غازی فلاحی

ناشر : الفہیم پبلیکیشن ،صدر چوک،مئوناتھ بھنجن، یوپی

صفحات : ۱۶۸، قیمت:۔/۱۱۰روپئے

مبصر :**عبد الحیّ اثری**

قرآن مجید کتابِ ہدایت ہے۔انسانوں کی فلاح وکامرانی کی شاہ کلید ہے۔عجائبات کا نہ ختم ہونے والا مجموعہ۔ذکراور نصیحت حاصل کرنے کا آسان ذریعہ ہے۔قرآنیات پر بے شمار کتابیں لکھی جاچکی ہیں اور آئندہ نہ معلوم کتنی کتابیں لکھی جائیں گی۔مگراس کے عجائبات کا سلسلہ کبھی ختم ہونے پر نہیں آتا۔جوکلامِ الٰہی پرغور وفکر کرتا ہے وہ کبھی بے نیل ومرام نہیں ہوتا،اپنے گوہرمقصود کوضرور حاصل کرتا ہے۔حروفِ مقطعات کی بحث بھی قرآن مجید سے دل چسپی رکھنے والے تشنگان علم کوغوروفکر کرکے قرآنی عجائب تلاش کرنے پرابھارتی ہے۔مفسرین اور علماء کرام نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے اوران کے درمیان اس کے مراد تک پہونچنے میں بے شمار رائیں بھی ہیں،مگراس موضوع کامکمل احاطہ کرنے والی کوئی باقاعدہ کتاب نہیں تھی۔مولانا ذکی الرحمٰن غازی مدنی نے اس خلاکومحسوس کیااوراس کوپُرکرنے کی کوشش کی ہے۔وہ سب کی طرف سے شکریہ اورمبارک باد کے مستحق ہیں۔

حروف مقطعات کا آغاز قرآن مجید کی دوسری سورہ۔البقرۃ۔سے ہوتا ہے۔اورکل ۲۹ سورتوں کے آغاز میں یہ حروف آئے ہیں۔جن کا معنیٰ متعین کرنے میں علماء ومفسرین کے نزدیک بہت زیادہ اختلاف رائے ہوا ہے۔کیوں کہ حروف مقطعات کی غایت وحکمت اوران کے معانی ومطالب کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات ثابت نہیں ہے۔

اس کتاب میں حروفِ مقطعات کی تعریف،ان کے بارے میں وارداحادیث وآثار،عہد جاہلیت میں حروف مقطعات کے استعمال کی بحث،عددی اعجاز اورعلم الاعداد کے ساتھ ان کی نسبت اورتعلق کا مسئلہ،علمائے دین کی ان حروف کے بارے میں آراء،ان سے متعلق احکام ومسائل،ان کی قرأتیں،ان حروف کا تاج پہننے

والی سورتوں میں قدر مشترک چیزیں، ان میں مکی اور مدنی کتنی ہیں اوران میں باہم دگر کیا معنوی مناسبت پائی جاتی ہے۔ یہ سارے مسائل شرح وبسط کے ساتھ تفصیل سے اور دلائل کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں اوراس موضوع کے تمام اطراف و جوانب کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور عامۃ الناس کے لیے مفید ثابت ہو۔

یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں حروف مقطعات کی تعریف، قرآن مجید کی جن سورتوں کے آغاز میں آئے ہیں ان کے مقام ورود، ان کی وجہ تسمیہ، ان کے لکھنے کی شکل، جاہلی کلام میں مقطعات کا استعمال، اہلِ کتاب کا طریقہ، حسابِ ابجد کے ذریعہ ان کا اعجاز پر قیمتی گفتگو کی گئی ہے۔ باب دوم میں حروف مقطعات کے سلسلے میں اہلِ علم کے اقوال پیش کر کے ان کا جائزہ لیا گیا ہے اور راجح بات کو دلائل سے مزین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ باب سوم میں ان حروف کے احکام ومسائل پر بحث کی گئی ہے۔ مثلاً اعراب کا مسئلہ، اختلاف قرأت اور وقف ووصل وغیرہ۔ چوتھے اور آخری باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ جن سورتوں میں یہ حروف آئے ہیں ان میں اوران کے ماقبل ومابعد کی سورتوں میں کیا ربط ومناسبت ہے۔ غرض کہ مصنف نے ہر بات دلیل کی بنیاد پر لکھی ہے اوراس کا پورا حوالہ بھی دیا ہے۔ علم وتحقیق کے اعلیٰ معیار پر یہ کتاب کھری اترتی ہے۔ امید ہے کہ علمی، فکری اور تحقیقی ذوق رکھنے والے حضرات اس کا خیر مقدم کریں گے اوراس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔

مصنف جامعۃ الفلاح میں تفسیر کے استاد ہیں اوران کی تقریباً تین درجن سے زائد کتابیں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہیں، قرآنیات سے ان کو خصوصی شغف ہے اوراس موضوع پر ان کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس موقع پر میں جامعۃ الفلاح کے فارغین کی خدمت میں اس احساس کو بیان کرنا چاہتا ہوں جو بہی خوان جامعہ عام طور سے کہتے ہیں کہ وہاں قرآن مجید کی تعلیم پر خاصی توجہ واہتمام ہوتا ہے، مگر تفسیر قرآن کی کوئی خدمت کسی فلاحی نے اب تک انجام نہیں دی ہے۔ جس نہج پر وہ جامعہ میں قرآن پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اسی نہج پر قرآن مجید کی تفسیر کوئی لکھ دے تو یہ بڑی خدمت ہوگی۔ جو تفاسیر عام طور سے موجود ہیں وہ کسی گروہی، جماعتی وفکری رجحان کا پتہ دیتی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ایک ایسی تفسیر لکھی جائے جو ان رجحانات سے بلند ہو کر فہم قرآن کی راہ کھولے۔ امید ہے کہ کوئی فلاحی اس خدمت کو ضرور انجام دے۔

اھم اعلان

مولانا عبدالحسیب اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے

ابنائے قدیم، اور استادالاساتذہ کے شاگردوں کے پاس جو یادداشتیں ہیں، انہیں محفوظ کرنے کی خاطران شاء اللہ حیات نو مئی۔جون 2020 کا مشترکہ شمارہ جامعۃ الفلاح کے عظیم معمار گرامی کی متنوع جہات کا احاطہ کرنے کے لیے مختص کیا جارہا ہے۔آپ حضرات کے مقالات اورتاثراتی تحریروں کا استقبال ہے۔

مشتملات کچھ اس طرح کے تیار کئے جاسکتے ہیں:

١۔خاندانی احوال، پرورش اور تعلیم وتربیت

٢۔اساتذہ،شاگردان، رفقاء کار

٣۔مدرسۃ الاصلاح کی زندگی بحیثیت طالب علم اور استاد

٤۔معمار جامعۃ الفلاح: تعمیرات، نصاب اور انتظام وانصرام

٥۔مجالس عاملہ اور مجالس تعلیمی کی میٹنگیں: تاریخی ریکارڈ کا تحفظ

٦۔دارالاقامہ، نگران اعلیٰ، بورڈنگ ہاؤس کے مسائل

٧۔مطبخ کے مسائل کا حل، نظام کی خوبیاں اور فوائد

٨۔تدبر قرآن کے عاشق کا طریقۂ تدریس وتحقیق

٩۔عربی ادب پر عبور اور ترجمہ نگاری: عربی مطبوعات کی تفصیلات

١٠۔مولانا کے دروس قرآن اور تذکیرات میں اختصار وجامعیت

١١۔جامع کمالات: مشن سے لگاؤ، نصب العین کا شعور، مہمان نوازی، سادگی، اعتماد، صبر وتحمل؛ ایثار وقربانی

١٢۔جماعت اسلامی ہند سے وابستگی اور ذمہ داریاں اور

.... آپ کی پسند کا کوئی اور عنوان

امید ہے ترجیحی بنیاد پر اپنی تخلیقات ادارہ کو بھیج کر تعاون فرمائیں گے، تاکہ یہ خصوصی شمارہ ہر پہلو سے ایک دستاویز بن جائے۔

آپ کے تعاون کے بغیر یہ خواب تشنۂ تعبیر رہے گا۔(ادارہ)

غزل

اشہد شیرازی

محصور ہے جو اپنی ہی ذات وصفات میں
پھیلے اگر سما نہ سکے ممکنات میں

سینہ سپر ہے کون یہاں ظلمتوں کے ساتھ
کس نے دیے جلائے ہیں تاریک رات میں

باغ و بہار میں تری بوئے حیات ہے
تیری جبیں کا نور ہے اس کائنات میں

سمجھا کہ مجھ کو مل گیا حاصل حیات کا
تم جب سے مل گئے مجھے راہِ حیات میں

اک موت ہے لگانے کو سینے سے بے قرار
اک زندگی ہے چھوڑ کے جانے کی گھات میں

پیتے تھے ایک گھاٹ سے بکری بھی شیر بھی
ملتے ہیں کتنے واقعے ایسے حیات میں

شاید رہِ وفا میں بہت تھک گیا ہے وہ
لڑنے لگا ہے اب وہ بہت بات بات میں

اشہد ہمارا شعر و سخن سے یہ واسطہ
ہے حادثہ عظیم ہماری حیات میں

●●

آپ کے خطوط

مدیر محترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حیات نو، مارچ 2020ء کا تازہ شمارہ (پی ڈی ایف فائل) دیکھ کر روحانی خوشی ہوئی۔ اللہ اسے حیات دوام عطا فرمائے اور اس کی پیش رفت کو ہمیشہ بلا انقطاع جاری وساری اور رواں دواں رکھے۔

اداریہ کے لیے ''ملکی وقومی تعمیر وترقی میں خواتین کا اشتراک عمل'' اچھا عنوان منتخب کیا اور اس پر تفصیلی مطالعے کے لیے شیخ عبدالحلیم ابوشقہ اور پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی جیسے معتبر اور صاحب علم وفضل اہل قلم کے کتب کی متعلقہ موضوع پر لکھی کتابوں کے حوالے بھی دے دیے، یہ بہت اچھا کیا اور تشنگان علم وادب کی رہ نمائی بھی کی۔

صمیم قلب سے یہ دعا ہے کہ ہمارا یہ ترجمان ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو قارئین کی میز پر پہنچ جایا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسباب ووسائل بھی فراہم کرے اور اس راہ کی تمام رکاوٹوں اور مشکلات کو دور فرمائے۔ اہلِ قلم کو جولانی طبع دے اور اس کارِ خیر میں وفور شوق کے ساتھ حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے اور خاکسار کو بھی یہ توفیقِ نیک ملے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین۔

والسلام
عبدالحق فلاحی
نئی دہلی

جامعہ کے لیل ونہار

مصباح الباری فلاحی

تعزیتی نشست

۲۶/فروری ۲۰۲۰ء بروز چہارشنبہ ابواللیث ہال میں ایک تعزیتی نشست جامعہ کے موسس جناب مولانا عبدالحسیب اصلاحی مرحوم کے سلسلے میں منعقد ہوئی۔عزیزم مختار احمد عربی ششم کی تلاوت قرآن مجید سے پروگرام کا آغاز ہوا۔

مولانا انیس احمد مدنی صاحب نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ جامعہ کے متعلقین کے لیے یہ خبر حد درجہ باعث رنج وغم ہے کہ جامعہ کے موسس وقدیم رکن جناب مولانا عبدالحسیب اصلاحی صاحب اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔مولانا مرحوم کا زمانہ میں نے دیکھا ہے۔وہ ہر نوع کے نظم وضبط کے پابند تھے اور وہ بہت ہی امانت دار دیانت دار،متقی پرہیز گار تھے،درس میں پڑھائی سے متعلق گفتگو کرتے تھے کسی سیاسی یا دوسری گفتگو کلاس میں نہیں کرتے تھے۔کبھی کسی طالب علم سے کام نہ لیتے تھے۔یہاں تک کہ نل پر پانی بھرتے تو طلبہ لپکتے لیکن خود اپنے ہاتھ سے بھرتے تھے۔

جب زمین داری کا نظام ختم ہوا تو مولانا کے نام کچھ زمین نکلی لیکن وہ اس زمین کو اپنے نام الاٹ کرانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور مولانا اس خطہ کے ایک نہایت ایمان دار اور بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔

مولانا احسان الحق فلاحی صاحب نے فرمایا کہ جس شخص کو ہم حفظہ اللہ کہتے تھے اب رحمۃ اللہ یا مرحوم کہنا گراں گزر رہا ہے۔مولانا عربی کے ادیب تھے۔جب میں بھی ان سے ملا تو انتہائی سادگی سے ملتے تھے۔درجہ میں مولانا عربی بولتے تھے۔طلبہ کو عربی زبان پر ملکہ حاصل کرنے کے لیے ابھارتے تھے۔درجہ میں مجھ پر مولانا بڑی عنایتیں فرماتے تھے چنانچہ میں نے مولانا سے باب المراثی پڑھا ہے۔مولانا مجھ کو اپنا وقت دیتے تھے۔مولانا بڑے خاکسار اور نہایت متقی و پرہیز گار تھے۔

مولانا محمد عمران فلاحی صاحب (سابق صدر مدرس) نے فرمایا کہ مولانا عبدالحسیب اصلاحی صاحب مدرسۃ الاصلاح کے فارغ التحصیل تھے۔ مولانا نے جامعہ کوترقی دینے میں اہم رول ادا کیا۔اور جب مولانا جامعہ تشریف لائے بیک وقت عربی اول تا عربی چہارم تک تعلیم پہلے سال سے شروع کیا اوران درجات کے اخراجات اوراساتذہ کا انتظام کرنے میں اہم رول ادا کیا۔مولانا کی عربی بہت اچھی تھی۔کئی عربی کتابوں کا ترجمہ بھی کیا۔جامعہ کی مسجد مولانا کی خصوصی توجہ کا مرکز تھی۔مولانا نے اپنا کام خود کرتے تھے۔موصوف بڑے مخلص اورایماندار تھے۔

جناب مولانا نعیم الدین اصلاحی صاحب (مہتمم تعلیم وتربیت) نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ مولانا عبدالحسیب اصلاحی صاحب پہلے دربھنگہ پھر علی گڑھ اور پھر اصلاح آئے، پھر جامعۃ الرشاد کے بعد جامعۃ الفلاح تشریف لائے۔مولانا شبیر احمد اصلاحی اور مولانا عبدالحسیب اصلاحی نے جامعہ کی ترقی میں چار چاند لگائے۔مولانا عبدالحسیب اصلاحی قناعت پسند تھے کسی دوسرے سے کبھی کام نہیں لیتے تھے۔وہ جامعہ سے علاحدہ تو ہوئے لیکن کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے۔کسی سے کوئی شکایت نہ کہ اور جامعہ کے بعد بندول میں پڑھانا شروع کیا کیوں کہ وہ تعلیم سے لگے رہنا چاہتے تھے۔مولانا باوضع تھے۔اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

ناظم جامعہ جناب مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی صاحب نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ بڑی تکلیف کی بات ہے کہ مولانا اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔مولانا کا ہم سے تعلق بہت قریبی تھا۔مولانا کان ابا بعداب تھے۔جن اساتذہ نے مجھے سب سے زیادہ آگے بڑھایا ان میں دو اساتذہ تھے۔ایک تو وہ جنھوں نے الف ب پڑھایا اور دوسرے مولانا عبدالحسیب اصلاحی صاحب تھے۔میں مولانا سے بہت ہی قریب تھا۔مولانا ہر ہر طالب علم سے ان کے مسائل دریافت کرتے تھے۔یہ مولانا کا طلبہ سے تعلق تھا۔مولانا کی خواہش تھی کہ وہ جامعہ کی خدمت کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوتے لیکن انسان کی ہر خواہش پوری نہیں ہوتی۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔آمین۔

نظامت کے فرائض جناب مولانا عبدالعظیم فلاحی صاحب (معاون صدر مدرس) نے انجام دیے۔
جامعہ کے طلبہ واساتذہ نے مولانا مرحوم کے جنازے میں شرکت کی۔

مولانا احسان الحق فلاحی کا توسیعی خطبہ

یکم فروری ۲۰۲۰ء بروز شنبہ مولانا احسان الحق فلاحی کا توسیعی خطبہ بعنوان تحریک اسلامی اور اس کی

خصوصیات ہوا۔مولانا نے فرمایا کہ بیسویں صدی کا سب سے بڑاانقلاب یہ تھا کہ اسلامی خلافت پوری طرح ختم ہوگئی اور دوسرا عظیم انقلاب یہ تھا کہ ایسی تحریکیں اٹھیں جنہوں نے دین کو غالب کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

تحریک کا معنی ہے متحرک ہونا اور تحریک اسلامی کا معنی ہے کہ اسلام کے غلبہ کی کوشش وجدوجہد کی جائے۔ وہ جماعتیں تحریک اسلامی میں داخل نہیں ہیں جن کا مقصد اس سے الگ ہے جیسے تبلیغی جماعت اور اہل سنت وغیرہ۔تحریک اسلامی میں اخوان المسلمون اور جماعتِ اسلامی وغیرہ تنظیمیں آئیں گی۔تحریک اسلامی کی کچھ اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)دین کے واضح تصور کو اپنے سامنے رکھنا۔یعنی یہ کہ اسلام کیا ہے اور عبادت کا کیا مقصد ہے اور اس کی کیا غرض ہے۔ یہ دین کا واضح اور جامع تصور رکھتی ہے۔(۲)تحریک اسلامی قرآن وسنت کو اپنا معیار بناتی ہے۔(۳)تحریک اسلامی غلوعقیدت سے پاک ہے اور یہ قرآن وسنت کے گرد گھومتی ہے۔کسی شخصیت کے اردگرد نہیں گھومتی، کیوں کہ اس میں بڑی خرابی ہے۔(۴)تحریک اسلامی ایک آفاقی تحریک ہے اور پورے دنیا کے لوگوں سے بحث کرتی ہے۔مسلم اور غیر مسلم سب کو مخاطب کرتی ہے۔(۵)تحریک اسلامی مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کو بھی اپنے اندر شامل کرتی ہے۔جس سے سب لوگ مل کر اسلام کی خدمت اور جدوجہد میں حصہ لیتے ہیں۔(۶)تحریک اسلامی کے اندر اعتدال اور توازن ہے یعنی یہ کہ غلو سے بچا جائے اور ہر چیز کو اس کے مرتبہ کے لحاظ سے درجہ دیا جائے،نوافل وواجبات کو فرائض کا درجہ نہ دیا جائے۔علامہ یوسف القرضاوی کی ایک نمایاں کتاب ہے اسلامی بیداری کا مطالعہ کریں۔(۷)روحانیت اور مادیت تحریک اسلامی کی ایک نمایاں اور اہم خصوصیت ہے۔

تحریک اسلامی منصوبہ بند طریقے سے کام کرتی ہے۔یعنی وقت اور حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔چار سال گزر جانے پر جائزہ لیا جاتا ہے کہ منصوبے پر کتنا عمل ہوا ہے۔

ڈاکٹر یاسر ندیم الواجدی کی جامعہ آمد

۱۸؍ مارچ ۲۰۲۰ء کو مشہور علمی شخصیت ڈاکٹر ومفتی یاسر ندیم الواجدی جامعہ تشریف لائے۔آپ نے جامعہ کا معائنہ کیا اور بعد نماز ظہر طلبہ سے خطاب بھی فرمایا۔آپ نے اسباب علم یعنی حواس خمسہ، عقل اور وحی نیز ان کے دائرۂ کار پر گفتگو فرماتے ہوئے مختصراً کانٹ، جان لاک اور ڈیوڈ ہیوم کے اسباب علم کے حوالے سے اختلاف کا بھی ذکر کیا۔ نیز کشش ثقل اور نظریۂ ارتقاء پر بھی ضمناً روشنی ڈالی۔آپ کے علمی وفکری خطاب کے بعد طلبہ نے مختلف سائنسی وفکری سوالات بھی کیے۔

اخبار انجمن

حفظ متون کے مسابقے

جامعہ کے طلبہ وطالبات کے مابین حفظ متون کا ایک مسابقہ منعقد کیا گیا، جس میں پوزیشن حاصل کرنے والی طالبات کو انعامات اور سند توصیفی سے نوازا گیا۔ اس مسابقے میں تین گروپ تھے۔

پہلا گروپ	عربی اول	حفظ تحفۃ الاعراب
دوسرا گروپ	عربی دوم وسوم	حفظ حدیث (سو منتخب احادیث ریاض الصالحین سے)
تیسرا گروپ	عربی چہارم تا فضیلت	حفظ اصول حدیث

انعامات

پہلا انعام	دو ہزار روپے مع توصیفی سند وکتابیں
دوسرا انعام	پندرہ سو روپے مع توصیفی سند وکتابیں
تیسرا انعام	ایک ہزار روپے مع توصیفی سند وکتابیں

اس مسابقے میں شرکت کرنے والی طالبات کو ۲۹ر فروری ۲۰۲۰ء بروز شنبہ مولانا محمد عمران فلاحی صاحب کے بدست انعامات سے نوازا گیا۔

مولانا عمران فلاحی صاحب نے اس موقع سے فرمایا کہ انعام کا مقصد طالبات کو تیاری کے لیے آمادہ کرنا ہے تا کہ ان کی صلاحیت میں اضافہ ہو۔ اور طالبات کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ طالبات طلبہ سے آگے ہیں۔ جیسا کہ ڈی ایم صاحب نے کہا تھا۔

پھر تمام طالبات کو اس طرح کے مسابقے میں حصہ لینے پر ابھارا تا کہ طالبات اپنے ملک وملت کے لیے ایک عظیم سرمایۂ افتخار بن کر اپنے والدین اور جامعہ کا نام روشن کریں۔

انعامات حاصل کرنے والی طالبات کے اسما گرامی درج ذیل ہیں:

پہلا گروپ:

سدرہ اعجاز	عربی اول
عزیزہ فاطمہ	عربی اول
شفا معین	عربی اول

دوسرا گروپ:

اسامہ خورشید	عربی سوم
فرحہ تنویر	عربی سوم
منال زاہد	عربی سوم

تیسرا گروپ

شفا مریم	فضیلت اخریٰ
شارحہ شاہ عالم	عربی پنجم
راحلہ عبدالعظیم	فضیلت اخریٰ
شہبا عرفان	فضیلت اخریٰ
مبشرہ اشہد	عربی پنجم

اس کے علاوہ گیارہ طالبات کو تشجیعی انعامات سے بھی نوازا گیا۔

جمعیۃ الطالبات کے سالانہ مسابقے

طالبات کی خفیہ صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لیے جمعیۃ الطالبات کی جانب سے پروگرام ہوتے رہتے ہیں۔اس سال جمعیۃ الطالبات کے سالانہ مسابقوں میں پوزیشن حاصل کرنے والی اور تشجیعی انعامات پانے والی طالبات مندرجہ ذیل ہے:

مسابقہ برائے کوئز درجہ اعدادیہ، عربی اول، عربی دوم

۱۔اریبہ حسام الدین	اول پوزیشن
۲۔نجوی شفق	اول پوزیشن
۳۔بشریٰ مہتاب	اول پوزیشن
۴۔ام ایمن نسیم	اول پوزیشن
۵۔قانتہ عبدالوافی	اول پوزیشن
۶۔ہبہ سراج	اول پوزیشن
۷۔منتشیٰ آصف	اول پوزیشن
۸۔ارم بشریٰ	اول پوزیشن
۹۔روما صالح	اول پوزیشن
۱۰۔فاطمہ زہرہ	اول پوزیشن
۱۱۔شبینہ انصر	اول پوزیشن
۱۲۔عروہ طارق	دوم پوزیشن
۱۳۔سلومہ عبیدالرحمٰن	دوم پوزیشن
۱۴۔لائبہ غیاث الدین	سوم پوزیشن
۱۵۔سدرہ اعجاز	دوم پوزیشن
۱۶۔مصباح فیضان	دوم پوزیشن
۱۷۔سمیہ مقصود	دوم پوزیشن
۱۸۔شفا ایوب	دوم پوزیشن
۱۹۔منتشا سالم	دوم پوزیشن
۲۰۔ذکریٰ ضیاء الرحمٰن	دوم پوزیشن

۲۱۔ناظرہ اسلم	دوم پوزیشن
۲۲۔جویرہ جاوید	دوم پوزیشن
۲۳۔شرمین یحییٰ	دوم پوزیشن
۲۴۔افشاں مونس	دوم پوزیشن
۲۵۔ذاکرہ سراج	تشجیعی
۲۶۔شگوفہ امیر احمد	تشجیعی
۲۷۔مرجان خالد	تشجیعی
۲۸۔سارہ عرفان	تشجیعی
۲۹۔ہدیٰ زاہد	تشجیعی
۳۰۔ذکریٰ طاہر	تشجیعی
۳۱۔مبشرہ خالد	تشجیعی
۳۲۔صبغہ کامران	تشجیعی
۳۳۔فائزہ نسیم	تشجیعی
۳۴۔نشرہ محمد نسیم	تشجیعی
۳۵۔مصباح ابوشحمہ	تشجیعی
۳۶۔مصباح صدر عالم	تشجیعی
۳۷۔نازش مجاہد	تشجیعی
۳۸۔زینب مہتاب	تشجیعی
۳۹۔شفا مبین	تشجیعی

مسابقہ قرأت

گروپ A عربی ششم وفضیلت

۱۔درخشاں ہاشم	عربی ششم	اول پوزیشن

۲۔شاہین پروین	عربی ششم	اول پوزیشن
۳۔زینب الغزالی	عربی ششم	اول پوزیشن
۴۔صادقہ نیاز	عربی ششم	دوم پوزیشن
۵۔شبانہ محی الدین	فضیلت اولیٰ	دوم پوزیشن
۶۔ارم فیض	فضیلت اولیٰ	سوم پوزیشن
۷۔ندیٰ فرحین	عربی ششم	سوم پوزیشن
۸۔صبا پروین تبریز	عربی ششم	سوم پوزیشن
۹۔یمنیٰ فرح پرویز	فضیلت اولیٰ	تشجیعی
۱۰۔نکہت فاطمہ مبین	عربی ششم	تشجیعی

گروپ B،عربی چہارم وپنجم

۱۔رقیہ مہر	عربی پنجم	اول پوزیشن
۲۔ہبہ ابوصالح	عربی پنجم	دوم پوزیشن
۳۔سہیمہ کمال	عربی چہارم	دوم پوزیشن
۴۔فاطمہ عبدالاحد	عربی پنجم	سوم پوزیشن
۵۔صفیہ فیروز	عربی پنجم	سوم پوزیشن
۶۔ثنا سہیل	عربی چہارم	سوم پوزیشن
۷۔شاہین نسیم	عربی چہارم	سوم پوزیشن
۸۔مریم اسلم	عربی چہارم	تشجیعی
۹۔رقیہ شاہد	عربی چہارم	تشجیعی
۱۰۔جویرہ شمشاد	عربی چہارم	تشجیعی
۱۱۔ماریہ کلثوم	عربی چہارم	تشجیعی
۱۲۔نمیرہ ثمر	عربی چہارم	تشجیعی
۱۳۔اسما اخلاق	عربی چہارم	تشجیعی

۱۴۔فلک عبداللہ	عربی چہارم	تشجیعی
۱۵۔رشدیٰ فرحین	عربی چہارم	تشجیعی
۱۶۔نورالصباح اسماعیل	عربی چہارم	تشجیعی
۱۷۔ترنم واجد علی	عربی چہارم	تشجیعی
۱۸۔شاہین تبسم	عربی چہارم	تشجیعی
۱۹۔شفقت جہاں	عربی چہارم	تشجیعی

گروپ C،عربی اول تا سوم

۱۔امل رحاب	عربی سوم	اول پوزیشن
۲۔ثناالیاس	عربی دوم	دوم پوزیشن
۳۔ذکریٰ عالم	عربی دوم	سوم پوزیشن
۴۔اریبہ حسام الدین	عربی دوم	تشجیعی
۵۔اقصیٰ فیضان	عربی سوم	تشجیعی
۶۔اسراءشہباز	عربی دوم	تشجیعی
۷۔ذکریٰ عبداللہ	عربی دوم	تشجیعی
۸۔صبغہ بدرعالم	عربی دوم	تشجیعی
۹۔ثوبیہ فہد	عربی دوم	تشجیعی
۱۰۔حبیبہ شاہد	عربی اول	تشجیعی
۱۱۔نصرت جہاں	عربی اول	تشجیعی
۱۲۔رفعت افضال	عربی سوم	تشجیعی
۱۳۔رفعت عزیزہ	عربی اول	تشجیعی
۱۴۔رحمت سرور	عربی اول	تشجیعی
۱۵۔علماءعبدالکریم	عربی اول	تشجیعی
۱۶۔رخسانہ عبداللہ	عربی اول	تشجیعی

۱۷۔صدف حسام الدین	عربی اول	تشجیعی

تقریری مسابقہ

گروپ A،عربی ششم تا فضیلت

۱۔عظمیٰ نسیم	عربی ششم	اول پوزیشن
۲۔نمیرہ عبدالقدوس	عربی ششم	دوم پوزیشن
۳۔یمنیٰ فرح	فضیلت اولیٰ	سوم پوزیشن
۴۔عارفہ شکیل	فضیلت اولیٰ	تشجیعی
۵۔کہکشاں ابوالکلام	عربی ششم	تشجیعی
۶۔ثانیہ ارم	عربی ششم	تشجیعی
۷۔ازکیٰ ارم	عربی ششم	تشجیعی
۸۔فاطمہ شمس	عربی ششم	تشجیعی

گروپ B،عربی چہارم و پنجم

۱۔شہبا غفران	عربی پنجم	اول پوزیشن
۲۔رشدیٰ فرحین	عربی پنجم	دوم پوزیشن
۳۔شہبا کمال	عربی چہارم	سوم پوزیشن
۴۔فاطمہ رفیق	عربی چہارم	تشجیعی
۵۔بشریٰ خالد	عربی چہارم	تشجیعی
۶۔اقصیٰ نوشاد	عربی چہارم	تشجیعی

گروپ C،عربی اول تا سوم

۱۔امل رحاب	عربی سوم	اول پوزیشن

۲۔ثنا الیاس	عربی دوم	دوم پوزیشن
۳۔صدف حسام الدین	عربی دوم	سوم پوزیشن
۴۔ناعمہ عبد العظیم	عربی سوم	تشجیعی
۵۔عابدہ متین	عربی سوم	تشجیعی
۶۔امینۃ الحسنات	عربی سوم	تشجیعی
۷۔اقصیٰ فیضان	عربی سوم	تشجیعی
۸۔بشریٰ مہتاب	عربی سوم	تشجیعی
۹۔ذکریٰ عبداللہ	عربی دوم	تشجیعی
۱۰۔زیبا سالم	عربی دوم	تشجیعی
۱۱۔نمرہ اعظم	عربی دوم	تشجیعی
۱۲۔رشدیٰ مرصاد	عربی دوم	تشجیعی
۱۳۔حصریٰ فیضان	عربی دوم	شجیعی
۱۴۔صابرین کمال	عربی دوم	تشجیعی
۱۵۔ثنا عرفان	عربی دوم	تشجیعی
۱۶۔خدیجہ مرزا فرحان	عربی دوم	تشجیعی
۱۷۔دعا غیاث	عربی دوم	تشجیعی
۱۸۔ارحمہ شعیب	عربی دوم	تشجیعی

تحریری مسابقہ

گروپ A،عربی ششم وفضیلت

۱۔زینب الغزالی	عربی ششم	اول پوزیشن

۲۔مبشرہ اشہد	عربی ششم	دوم پوزیشن
۳۔اقصیٰ شکیب	عربی ہشتم	سوم پوزیشن
۴۔شارحہ عدیل	عربی ششم	سوم پوزیشن
۵۔عظمیٰ نسیم	عربی ششم	تشجیعی
۶۔شازیہ مسرور	عربی ششم	تشجیعی
۷۔طوبیٰ ظہیر	عربی ششم	تشجیعی
۸۔ارم فاطمہ	عربی ششم	تشجیعی
۹۔اقصیٰ	عربی ششم	تشجیعی

گروپ B،عربی چہارم و پنجم

ا۔فائزہ کمال	عربی پنجم	اول پوزیشن
۲۔کامل	عربی چہارم	دوم پوزیشن
۳۔ماریہ	عربی چہارم	سوم پوزیشن
۴۔مریحہ وہاب	عربی چہارم	سوم پوزیشن
۵۔شائستہ عرفان	عربی پنجم	سوم پوزیشن
۶۔سمیہ طلحہ	عربی پنجم	تشجیعی
۷۔یمنیٰ طارق	عربی پنجم	تشجیعی
۸۔ماہ لقاء ایاز	عربی پنجم	تشجیعی
۹۔نمیرہ عارف	عربی چہارم	تشجیعی
۱۰۔ماریہ عارف	عربی چہارم	تشجیعی
۱۱۔تحسین سمیع الدین	عربی چہارم	تشجیعی

گروپ C، عربی اول تا عربی سوم

۱۔ امینہ نثار	عربی سوم	اول پوزیشن
۲۔ صیغہ کامران	عربی دوم	دوم پوزیشن
۳۔ سلومہ عبیدالرحمان	عربی دوم	سوم پوزیشن
۴۔ نکہت پرویز	عربی سوم	تشجیعی
۵۔ امینہ مفید	عربی دوم	تشجیعی
۶۔ صفیہ بانوشاد	عربی دوم	تشجیعی
۷۔ عائشہ عمران	عربی اول	تشجیعی
۸۔ ذاکرہ سراج	عربی دوم	تشجیعی
۹۔ اریبہ حسام الدین	عربی دوم	تشجیعی

With best compliments from

ADHAM ALI

Managing Director

+91-9821 03 2562

Swaidan

MANPOWER CONSULTANTS

Regn. No. B0513/MUM/PER/1000+/10/8522/2009

Real Tech Park, 1013, 10th Floor, Sector 30/A
Near Vashi Railway Station, Vashi
New Mumbai-400703 (India)
Tel: +91-22-66441600, Fax: +91-22-66441688
E-mail: admin@swaidan.in
Website: www.swaidan.in

JARIDA HAYAT-E-NAU
April - 2020

RNI No: DELURD/2015/65862
Vol. V Issue - IV

مڈل ایسٹ میں ملازمت کے خواہش مند حضرات کے لیے

ایک قابل اعتماد ادارہ

الھند فارن سروس ایجنسی

- اگر آپ میڈیکل لائن سے متعلق ہیں
- اگر آپ کوئی ہنر جانتے ہیں
- اگر آپ صرف پڑھے لکھے ہیں اور آپ کے پاس کوئی ہنر نہیں ہے
- اگر آپ کا کسی ہوٹل انڈسٹری سے تعلق ہے
- اگر آپ عام لیبر یا مزدور ہیں

تو آپ اپنے پاسپورٹ کی کاپی، فوٹو اور بائیوڈاٹا ہمیں بھیج دیجیے......اور

دیگر تفصیلات کے لیے ہماری اطلاع کا انتظار کیجیے۔

وكالة الهند للخدمات الأجنبية

AL-HIND FOREIGN SERVICE AGENCY

Registration No.: B-0376/DEL/PER/1000+/5/1263/1984

Head Off: No. 73, Main Road, Near SBI
Zakir Nagar, New Delhi-110 025 (India)
E-mail: info@al-hind.com

Ph : 0091 - 11 - 26983980, 26983981
0091 - 11 - 26988375 / 76
Fax : 0091 - 11 - 26983982

Web: www.al-hind.com

Branch Office: 38, G.F. Ashoka Shopping Complex, Near G.T. Hospital
L.T. Road, Mumbai - 400 001 (India)
Ph. : 0091-22-22652906 Fax: 0091 - 22 - 22652910